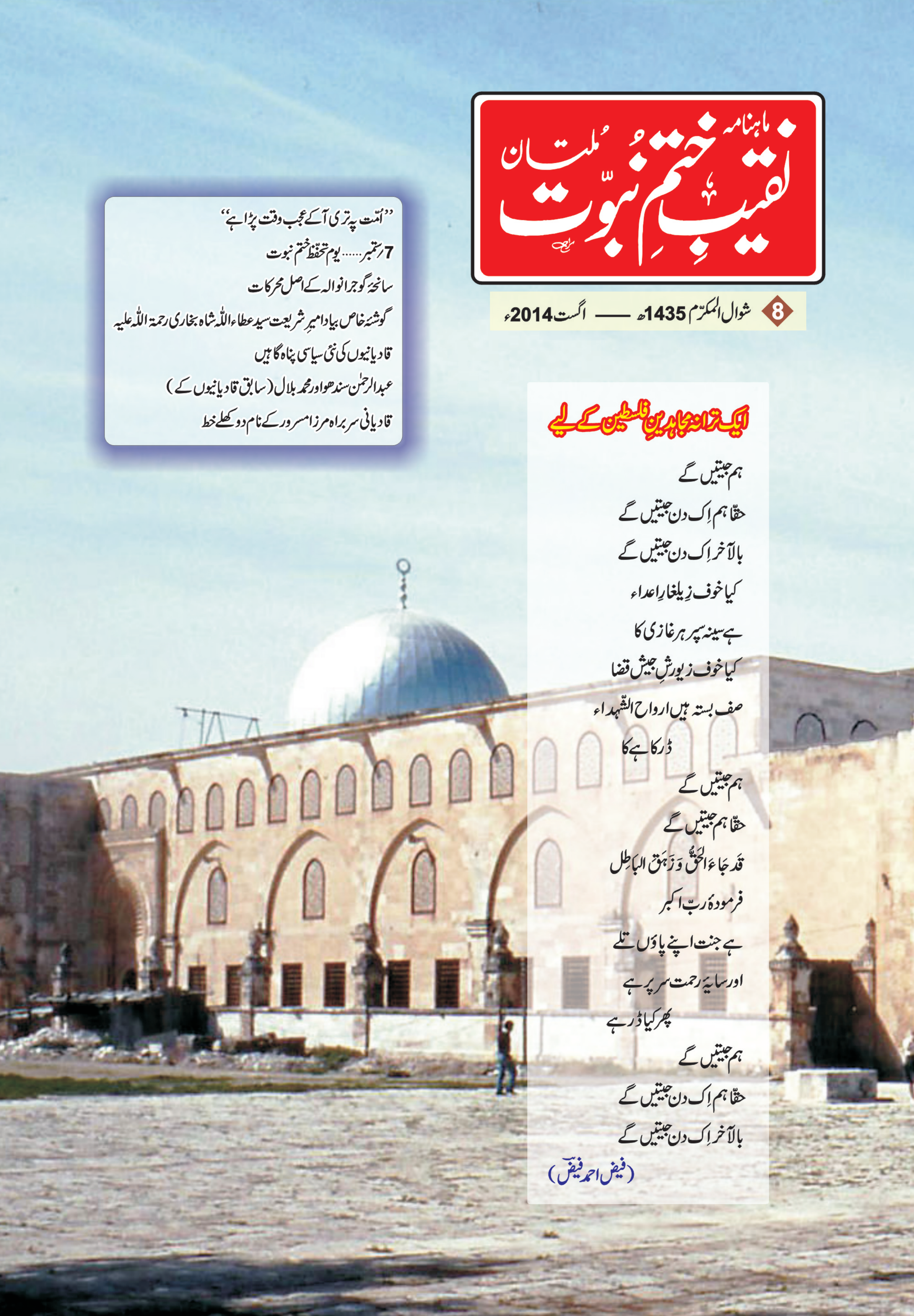

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

8 شوال المکرّم 1435ھ —— اگست 2014ء

''اُمّت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے''

7ر ستمبر...... یوم تحفظ ختم نبوت

سانحۂ گوجرانوالہ کے اصل محرکات

گوشۂ خاص بیادِ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قادیانیوں کی نئی سیاسی پناہ گاہیں

عبدالرحمٰن سندھو اور محمد بلال (سابق قادیانیوں کے)

قادیانی سربراہ مرزا مسرور کے نام دو کھلے خط

ایک ترانہ مجاہدینِ فلسطین کے لیے

ہم جیتیں گے
حقّا ہم اِک دن جیتیں گے
بالآخر اِک دن جیتیں گے
کیا خوف زِیلغارِ اعداء
ہے سینہ سپر ہر غازی کا
کیا خوف زیورشِ جیش قضا
صف بستہ ہیں ارواح الشّہداء
ڈر کاہے کا
ہم جیتیں گے
حقّا ہم جیتیں گے
قَد جَاءَ الحَقُّ وَ زَہَقَ البَاطِل
فرمودۂ ربّ اکبر
ہے جنت اپنے پاؤں تلے
اور سایۂ رحمت سر پر ہے
پھر کیا ڈر ہے
ہم جیتیں گے
حقّا ہم اِک دن جیتیں گے
بالآخر اِک دن جیتیں گے

(فیض احمد فیضؔ)

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ــــ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

درجہ کتب میں داخلے جاری ہیں

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے

★ حفظ وناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے

★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء

★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت

★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔

تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے

تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے

صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

رابطہ

061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053 یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

الداعی الی الخیر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری، مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 25 شمارہ 8 شوال 1435ھ — اگست 2014ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کے ماڈل ٹاؤن لاہور

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

دل کی بات:	"اُمت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے"	صبیح ہمدانی	2
شذرات:	7 رستمبر..... یوم تحفظ ختم نبوت (یوم قرار دادِ اقلیت)	عبداللطیف خالد چیمہ	4
	مجید نظامی کا انتقال		
افکار:	سانحہ گوجرانوالہ کے اصل محرکات	مولانا زاہد الراشدی	5
//	آپریشن کہانی	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	8
ادبیات:	نعتِ رسولِ مقبول ﷺ	سلمان قریشی	10
//	گل چیں نے گلشن بیچ دیا	حبیب الرحمٰن بٹالوی	11
//	غزل	پروفیسر خالد شبیر احمد	12
گوشہ امیر شریعت	میں اور شاہ جی	ترتیب وتدوین: حافظ اخلاق احمد	13
	امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں	مولانا عزیز الرحمٰن خورشید	21
	مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا......	محمد یعقوب خان خواجکوئی	24
یادِ رفتگاں:	حافظ عبدالرحیم نیاز چوہان رحمۃ اللہ علیہ	ابو معاویہ رحمانی چوہان	27
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط: ۳۸)	پروفیسر خالد شبیر احمد	34
مطالعۂ قادیانیت	قادیانیوں کی نئی سیاسی پناہ گاہیں	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	42
	ختم نبوت اور خاتم النبیین کا قرآنی مفہوم اور قادیانی تحریفات وتلبیسات (آخری قسط)	حافظ عبید اللہ	45
کھلے خطوط:	عبدالرحمٰن سندھو اور محمد بلال (سابق قادیانیوں کے) قادیانی سربراہ مرزا مسرور کے نام دو کھلے خط	ادارہ	53
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام کی سرگرمیاں	ادارہ	59
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	63

فیضانِ نظر ——

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی ——

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیرِ مسئول ——

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر ——

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

تزئین ——

محمد نعمان سنجرانی

nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر ——

محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ——— 200/- روپے

بیرون ملک ——— 4000/ روپے

فی شمارہ ——— 20/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات صبیح ہمدانی

’’اُمّت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے‘‘

کرامات کے واقعات کی پرانی کتابوں میں ’’طیّ الارض‘‘ نامی ایک کرامت کا تذکرہ بہت ملتا ہے۔ متعدد بزرگوں کے سامنے زمین کے فاصلے سمٹنے لگتے تھے اور وہ مختصر وقت میں بہت زیادہ مسافت طے کرلیا کرتے تھے۔ زمین اُن کے سامنے لپٹتی جاتی تھی۔ لیکن موجودہ زمانے کی تیز رفتاری دیکھ کے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ’’طیّ الزمان‘‘ کا حکم صادر کردیا ہے۔ حوادث اتنی جلدی رونما ہورہے ہیں گویا دنیا کی متعینہ مدت مکمل ہونے والی ہے اور دنیا کا مالک تمام واقعات کو جلدی جلدی پورا کر کے دنیا کے اختتام کا فیصلہ کر چکا ہے۔

امّت مسلمہ، خیر امّت، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کی امین، امتِ وسط ان حوادث کی زد پر غریب و سادہ و رنگین صورتِ حال سے دوچار ہے۔ بلادِ اسلامیہ کم و بیش ڈیڑھ پونے دوسو برس سے مستقل جنگ کی حالت میں ہیں۔ حملہ، تسلّط، قبضہ، جنگ، شہادت، زخم.... غالبًا ایسے الفاظ ہیں جو ہر علاقے کا مسلمان ہوش سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے اور سب سے زیادہ سنتا ہے۔ اس سے بڑا عذاب وہ افراد و جماعات ہیں جو امّت کی حکومت اور اختیار کی مالک ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ چشمِ فلک نے مقتول شیر خواروں کی لاشوں پر بے حسی سے جشن ہائے مسرّت منانے والے ان دختر فروش، مفسدین فی الارض دوپایوں سے زیادہ بدتر مخلوق کبھی نہیں دیکھی تھی۔

دیارِ مسلمین کی تمام بستیاں تاریخ کے ایسے صفحات بن چکی ہیں جن پر مؤرخ کا قلم صرف سُرخ روشنائی سے لکھتا ہے۔ وہ سُرخی جو شہیدوں کا لہو ہے، وہ روشنائی جو اندھیروں کو اُجال دیتی ہے۔ اہلِ حق کی ابتلا کے اس دورانیے میں اندھیرے چھٹنے کی بات کرنا شاید کچھ سماعتوں کے لیے حیران کن ہو لیکن یہ ایک واقعی حقیقت ہے۔ اُمّت پچھلے ساٹھ ستر برس کے عرصے میں ایک عجیب مخمصے میں رہی۔ قومی ریاستوں (Nation States) کے قیام نے مسلم اکثریتی علاقوں کے باشندوں کو آزادی کا فریب بخشا اور مسلم اقلیتوں کو مایوسی و مفاہمت کا راستہ۔ پھر ان قومی ریاستوں میں کسی کے حصے میں کمیونزم کا کفر آیا، کوئی پان عربزم کی جاہلیت کا شکار ہوئی، کسی کو سرمایہ داری کی بھینٹ چڑھایا گیا اور کوئی وطنِ عزیز، مملکتِ خداداد، تجربہ گاہِ اسلام اسلامی جمہوریہ پاکستان کی طرح جمہوریت، آمریت، سوشلزم، قوم پرستی، جاگیرداری، لسانیت، اسلامی جمہوریت وغیرہ وغیرہ نصیب ہوئے۔ لاریب یہ بہت بڑی تاریکی اور سیاہی تھی کہ کرۂ ارض پر امّتِ مسلمہ اپنے نظامِ عدل و قضا اور نظامِ معیشت سے ریاست و حکومت کی سطح پر محروم ہوچکی تھی، لیکن اب کیفیت تبدیل ہورہی ہے۔

کمیونزم کی بوڑھی کٹنی عرصہ ہوا لا پتہ ہے۔ شام میں عرب قوم پرستی کا سب سے مکروہ چہرہ ’’بعث ازم‘‘ آخری

ہچکیاں لے رہا ہے، کسی شریف آدمی کو اس سے خیر کی توقع نہیں رہی۔ پاکستان میں جہاں آمریت کی ناکامیوں کی داستانیں نصاب میں شامل کی جاچکیں وہیں جمہوریت بھی وینٹی لیٹر پر ہے، کوئی دم آتا ہے کہ غفرلہٗ ہوجائے۔ اُمّت کے اخیار کی رغبت اِن کھلونوں میں روز بروز کم ہوتی جارہی ہے۔ سامراج کا سب سے بڑا چارہ اس وقت آزادی، روشن خیالی، مساوات اور انسانی حقوق کے نعرے ہیں۔ انتہائی سادہ شکار (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن غِرٌّ کریمٌ یعنی سیدھا سادہ عزت دار ہوتا ہے)، خطرناک اور پر پیچ و دل کش ہونے کے باوجود اس پھندے کے پیش رووں کا انجام دیکھ کر اس کی مدّتِ فریبائی بھی اندازہ کی جاسکتی ہے۔ طواغیت کا آخری بہلاوا ''ووٹ کے ذریعے تبدیلی'' اور ''اسلامی جمہوریت'' (آزادیٔ انتخاب) تو مصر میں محض ایک سال دو دن سے زیادہ نہیں چلنے دی گئی۔

''جو سیکھے ہیں سارے ہنر آزماؤ
مگر یاد رکھنا
کتابوں میں لکھا اٹل فیصلہ ہے
پریشان ظلمت کا پالا ہی ہوگا
فتح یاب آخر اُجالا ہی ہوگا!''

ظلمتوں کے دور دورہ میں کرنوں کی یہ بغاوت اُس الاؤ سے پھوٹی ہے جسے افغانستان، پاکستان، فلسطین، عراق، شام، لیبیا، ازبکستان، یمن، کشمیر و ترکستان کے پاکیزہ نفوس نے اپنے خوشبودار خونِ شہادت سے روشن کیا ہے۔ اے شہیدو تمھارا یہ احسان ہے، آج ہم سر اُٹھانے کے قابل ہوئے ہیں۔

قراردادِ مذمت، احتجاجی جلوسوں اور مظاہروں، میڈیا، لابنگ، مراسلوں اور چٹھیوں کی لایعنی و لاحاصل بے کار مشقتوں کے اِس دور میں ہم صرف اپنے قدسی مرتبت شہدائے گرامی کی عظمتوں کو سلامِ عقیدت پیش کرتے ہیں اور اپنا شکوہ، اپنا درد وغم، اپنا بثّ وحزن اپنے سمیع و بصیر مالک کو ہی سناتے ہیں۔

بارِالٰہا! تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت تیرے کرم کی جیسی آج محتاج ہے کبھی نہ تھی۔ الٰہی! اے بادلوں کو چلانے والے! اے کتاب کو اتارنے والے! اے احزاب کو تنہا شکست دینے والے! اے اللہ اِن کو پسپا کردے۔ الٰہی! ان کو ایک ایک کر کے گن لے اور ان میں سے کسی ایک کو نہ چھوڑ۔ اِن کی جمعیت کو منتشر کردے، اِن کے لشکروں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے اِن کے نعروں کو دھیما کردے اور اِن کے قدموں کو متزلزل کردے۔ بے شک ہر شے تیری تخلیق ہے اور ہر کام تیرے لیے آسان۔

عبداللطیف خالد چیمہ　　　　　شذرات

7 ؍ستمبر...... یوم تحفظ ختم نبوت (یوم قرار داد اقلیت)

اہل حق کے تمام طبقات کی قربانیوں اور مجلس احرار اسلام کی برپا کردہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے نتیجے میں آج سے چالیس برس قبل (۷؍ستمبر۱۹۷۴ء) کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں قادیانیوں کی حیثیت طے کردی گئی۔اس دن کی مناسبت سے مدتوں پہلے ہم نے ۷؍ستمبر کو ''یوم تحفظ ختم نبوت'' کی طرح ڈالی جس کی خوشبوئیں الحمد للہ پوری دنیا میں پھیل چکی ہیں۔مسلم مکاتب فکر اس روز بلکہ پورا عشرہ اجتماعات منعقد کرتے ہیں اور اخبارات وجرائد میں مضامین شائع ہوتے ہیں۔اس موقع پر جماعت کی جملہ ماتحت شاخوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ۷؍ستمبر کے حوالے سے اپنے علاقوں میں ''یوم تحفظ ختم نبوت'' کی تیاری ابھی سے شروع کردیں۔ اس کام کے لیے میڈیا تک رسائی بھی رکھیں نیز اجتماعات میں ممکن حد تک مکاتب فکر کی نمائندگی کو یقینی بنائیں۔یاد رکھیں کہ امریکہ اور یورپی یونین قادیانیوں کو آئندہ دس سالوں میں مسلمانوں کی صفوں میں لا کھڑا کرنے کے لیے کمر بستہ ہو چکے ہیں اور بلوچستان میں شر پسندی کی تحریک کو بڑھانے میں قادیانی فسادی براہ راست ملوث ہیں جبکہ حکمران قادیانی ریشہ دوانیوں کے حوالے سے مجرمانہ اغماض برت رہے ہیں۔ایسے میں آپ اور ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ تحریک ختم نبوت کو داخلی دائرے سے نکال کر عالمی سطح پر لے جائیں تاکہ اسلام اور وطن عزیز کا دشمن ناکام ونامراد ہو۔آمین یارب العالمین

مجید نظامی کا انتقال:

''نوائے وقت'' گروپ کے چیف ایڈیٹر مجید نظامی ۲۷؍رمضان المبارک (۲۶؍جولائی) انتقال کر گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مجید نظامی نے عمر بھر صحافت کے ذریعے وطن عزیز کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔انھوں نے مظلوم اقوام پر ہونے والے ظلم کو نہ صرف بے نقاب کیا بلکہ ظالم کو اس کے انجام تک پہنچانے کی اخلاقی حمایت کی۔پاکستان کی سلامتی کے حوالے سے ان کی رائے کو ہمیشہ اہمیت دی گئی۔تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے حوالے سے ''نوائے وقت'' کا کردار قابلِ تحسین رہا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ مرحوم علی گڑھ برانڈ اسلام کے پیروکار تھے،لیکن اپنے فہمِ دین سے اُن کی وابستگی یکسو اور دوٹوک تھی۔نظریات کی یتیمی ولاوارثی کے اس دور میں مرحوم ''دوقومی نظریے'' کی پشتیبانی سے کبھی منحرف نہیں ہوئے۔اگرچہ پچھلے کئی برسوں سے وہ قومی سطح پر نظریۂ پاکستان کی صدا بلند کرنے والی اکلوتی آواز کے طور پر یادگارِ اسلاف بن کر رہ گئے تھے۔مجید نظامی نے جس ثابت قدمی کے ساتھ تازیست پاکستانی اقدار سے کمٹمنٹ نبھائی وہ تاریخ صحافت میں ہمیشہ یاد رہے گا۔ہم امید کرتے ہیں کہ کارپردازان ادارہ نوائے وقت مجید نظامی کا اسلوبِ صحافت برقرار رکھیں گے اور اسلام اور مغرب کی موجودہ کشمکش میں سیکولرازم کی تباہ کاریوں سے اپنے قارئین کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے۔

مولانا زاہد الراشدی

سانحۂ گوجرانوالہ کے اصل محرکات

گوجرانوالہ شہر کے حیدری روڈ پر رمضان المبارک کی 29 (انتیسویں) شب کو رونما ہونے والے سانحہ کے بارے میں ملک کے مختلف حصوں سے احباب تفصیلات دریافت کر رہے ہیں اور ملکی و بین الاقوامی پریس میں طرح طرح کی خبریں سامنے آ رہی ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے ذمہ دار حضرات کی طرف سے ملنے والی اطلاعات کی روشنی میں میسر معلومات سے قارئین کو آ گاہ کر دیا جائے۔

حیدری روڈ پر قادیانیوں کے پندرہ بیس خاندان ایک عرصہ سے رہائش پذیر ہیں اور اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ 1992 میں اسی محلّہ میں ایک واقعہ پیش آیا کہ قادیانیوں نے اپنے مرکز میں ڈش لگا کر احمدیہ ٹی وی کی نشریات کے ذریعہ اردگرد کے نوجوانوں کو ورغلانے کا سلسلہ شروع کیا تو علاقہ کے مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا۔ شہر میں غیر مسلم اقلیتیں ہمیشہ اپنی سرگرمیاں جاری رکھتی ہیں اور اگر حدود سے تجاوز کی بات نہ ہو تو انہیں برداشت کیا جاتا ہے۔ اس برداشت اور رواداری میں گوجرانوالہ شہر بہت سے دوسرے شہروں سے بہتر روایات رکھتا ہے۔ مگر قادیانیوں کا مسئلہ مختلف ہے اس لیے کہ وہ اپنی دعوت اور سرگرمیاں اسلام کے نام پر کرتے ہیں۔ حالانکہ پوری امت مسلمہ انہیں دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے اور پاکستان کے دستور میں بھی انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ لیکن وہ اس فیصلے اور دستور پاکستان کو مسترد کرتے ہوئے اسلام کے نام پر اپنے مذہب کی تبلیغ و دعوت پر بضد رہتے ہیں جس پر پاکستانی قوم کے ساتھ ساتھ دستور و قانون کو بھی اعتراض ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی سرگرمیاں قابل قبول نہیں ہوتیں، اور وہ جہاں بھی ایسا کرتے ہیں اردگرد کے مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت ہو جاتا ہے۔

1992 کے اس واقعہ پر علاقہ کے مسلمان مشتعل ہوئے تو قانون حرکت میں آیا اور قادیانیوں کی ان سرگرمیوں کو روک دیا گیا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے بین الاقوامی حلقوں سے رابطہ قائم کیا اور کم و بیش ستائیس افراد اس بہانے کینیڈا کا ویزہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور وہ وہیں آباد ہیں۔ اس کے بعد دو عشروں سے زیادہ عرصہ خاموشی کے ساتھ گزر گیا اور ایک محلّہ میں رہنے کے باوجود مسلمانوں اور قادیانیوں میں کشیدگی کا کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔

رمضان المبارک کی انتیسویں (29) شب کو عاقب نامی ایک قادیانی نوجوان نے صدام حسین نامی مسلمان لڑکے کو فیس بک پر ایک خاکہ بھجوایا جس میں بیت اللہ شریف کی توہین کی گئی ہے۔ یہ تصویر موبائل ریکارڈ پر موجود ہے اور اس کا پرنٹ بھی بعض دوستوں نے سنبھال رکھا ہے۔ دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ اس میں ایک بدصورت ننگی عورت کو خانہ کعبہ کی چھت پر (نعوذ باللہ) گندگی کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ ایک محفل میں وہ خاکہ اور تصویر بعض دوستوں نے مجھے دکھانا چاہی تو میں نے یہ کہہ کر معذرت

کر دی کہ میں اس معاملہ میں بہت کمزور واقع ہوا ہوں۔ یہ توہین آمیز خاکہ جس کیفیت میں بتایا جا رہا ہے میں اسے نہیں دیکھ سکوں گا۔ صدام حسین نے یہ خاکہ دیکھ کر اپنے دو چار دوستوں سے بات کی اور وہ مل کر ڈاکٹر سہیل صاحب کی دکان پر گئے جو پہلے قادیانی تھے اب مسلمان ہیں۔ ان لڑکوں نے ان سے کہا کہ وہ عاقب کو سمجھائیں کہ وہ ایسی حرکتیں نہ کرے، یہ ناقابل برداشت ہیں۔ وہیں عاقب بھی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آ گیا اور ان کے درمیان خاصی تو تکار ہوئی جو بڑھتے بڑھتے اس نوبت تک پہنچ گئی کہ قریب کے قادیانی مکانات کی چھتوں سے اینٹیں اور پتھر برسنا شروع ہوئے۔ عاقب نے صدام اور اس کے ساتھیوں سے کہا کہ جاؤ تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو، مجھے کوئی پروا نہیں ہے، اس کے ساتھ ہی قادیانی لڑکوں میں سے کسی نے فائرنگ بھی کر دی جس سے قریب کی ایک مسجد کے امام مولانا حاکم خان کا تیرہ سالہ لڑکا زخمی ہو گیا جس کی ٹانگ پر گولی لگی تھی۔ علاقہ کے سابق کونسلر مقبول احمد کہتے ہیں کہ وہ اس لڑکے کو اٹھا کر سول ہسپتال لے گئے، اس دوران فائرنگ اور باہمی تصادم کی خبر ارد گرد کے محلوں میں پھیل گئی اور لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ محلّہ کے پندرہ بیس حضرات یہ دیکھ کر تھانہ پیپلز کالونی گئے اور انچارج تھانہ سے بات کی کہ حالات زیادہ خراب ہونے کا خدشہ ہے اس لیے وہ مداخلت کریں اور وہاں پہنچیں۔ ایس ایچ او اور ڈی ایس پی دونوں سے ان کی بات ہوئی مگر ان دونوں کو واقعہ میں دل چسپی لینے پر قائل کرنے میں انہیں ڈیڑھ دو گھنٹے لگ گئے۔

یہ وہ وقت تھا جب لوگ تراویح کی نماز سے فارغ ہو کر مساجد سے نکل رہے تھے، اس لیے ارد گرد محلوں کی بیسیوں مساجد کے نمازی وہاں جمع ہوئے اور ہزاروں افراد کا اجتماع ہو گیا۔ محلّہ کے پندرہ بیس سرکردہ حضرات اس وقت تھانے میں پولیس افسران کو قائل کرنے میں مصروف تھے۔ سابقہ کونسلر مقبول احمد زخمی بچے کو لے کر ہسپتال گئے ہوئے تھے۔ ہجوم مشتعل تھا اور کنٹرول کرنے والا کوئی نہیں تھا، اس لیے مشتعل اور بے قابو ہجوم نے قادیانیوں کے گھروں کا رخ کیا اور انہیں آگ لگانا شروع کر دی۔ اس دوران ضلع امن کمیٹی کے ارکان قاری محمد سلیم زاہد، مولانا مشتاق چیمہ اور بابر رضوان باجوہ بھی وہاں پہنچ گئے اور صورت حال کو کنٹرول کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ جب پہنچے تو مکانوں کو آگ لگی ہوئی تھی، پولیس ایک طرف کھڑی تھی، فائر بریگیڈ کی گاڑیاں ہجوم نے ایک طرف روکی ہوئی تھیں جبکہ پولیس کے جوان ہجوم کی کارروائیوں سے روکنے اور فائر بریگیڈ کی گاڑیوں کو راستہ دلوانے میں کوئی کردار ادا نہیں کر رہے تھے۔ اس کے بعد جب ڈی سی او، سی پی او، اور پھر کمشنر صاحب وہاں پہنچے تو انہوں نے کارروائیوں کو رکوانے میں پولیس اور محلّہ داروں کی مدد سے موثر کردار ادا کیا اور فائر بریگیڈ کی گاڑیاں آگ بجھانے کے لیے وہاں پہنچ پائیں۔ محلّہ داروں کا کہنا ہے کہ آتش زنی اور لوٹ مار کے افسوسناک واقعات ہوئے ہیں لیکن محلّہ داروں نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ باہر سے آنے والے نامعلوم حضرات نے ایسا کیا ہے، بلکہ ایک مکان میں پھنسے ہوئے آٹھ دس قادیانی افراد کو محلّہ داروں نے ہی وہاں سے نکالا ہے اور اس کوشش میں ایک مسلمان خود بھی جھلس گیا ہے۔

اس دوران آتش زنی سے قادیانی گھرانے کی ایک خاتون اور دو بچیاں جاں بحق ہوئیں، رات دو بجے کے لگ بھگ اس صورت حال کو کنٹرول کیا جا سکا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ دونوں طرف سے مقدمات تھانے میں درج

ہو چکے ہیں اور عید کی چھٹیاں گزارنے کے بعد اس سلسلہ میں سرگرمیوں کا آغاز ہو گیا ہے۔

محلّہ کے ذمہ دار حضرات اور امن کمیٹی کے ارکان کا کہنا ہے کہ خانہ کعبہ کی توہین ناقابل برداشت ہے، اس پر عوام کا مشتعل ہونا فطری بات تھی مگر اسے بروقت کنٹرول کرنے میں اگر تھانہ پیپلز کالونی محلّہ کے ذمہ دار حضرات سے تعاون کرتا اور ڈیڑھ دو گھنٹے کا وقت وہاں ضائع نہ ہو جاتا تو آتش زنی اور لوٹ مار کے افسوسناک بلکہ شرمناک واقعہ کی نوبت شاید نہ آتی۔ یہ حضرات خانہ کعبہ کی توہین کے ساتھ ساتھ آتش زنی کے واقعات پر بھی رنجیدہ خاطر ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ غیر جانبدارانہ تحقیقات کے ذریعہ اس کے ذمہ دار حضرات کا تعین ہونا چاہیے اور خانہ پری کے لیے غیر متعلقہ لوگوں کو خواہ مخواہ ملوث کر دینے کی روایت کا اعادہ نہیں ہونا چاہیے۔

اس سلسلہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر جمعرات کو شہر کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کا ایک مشترکہ اجلاس دفتر ختم نبوت میں ہوا۔ اجلاس کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے جاری کی جانے والی پریس ریلیز درج ذیل ہے:

''گوجرانوالہ میں حیدری روڈ پر قادیانیوں کی طرف سے بیت اللہ شریف کی بے حرمتی اور اس کے بعد کے واقعات پر آل پارٹیز اجلاس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے ہیڈ آفس میں امیر ضلع مولانا محمد اشرف مجددی کی صدارت میں ہوا جس میں قادیانیوں کی شر پسندی اور مسلمانوں پر درج شدہ مقدمات کے حوالہ سے ختم نبوت رابطہ کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کمیٹی کے سرپرست شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی، شیخ الحدیث مولانا محمد امین محمدی، خطیب پاکستان مولانا ابو طاہر عبد العزیز چشتی کو بنایا گیا۔ جانشین ابو لبیان مولانا صاحبزادہ محمد رفیق مجددی کو رابطہ کمیٹی کا کنوینر، سید احمد حسین زید کو رابطہ کمیٹی کا سیکرٹری اور رانا محمد کفیل خان کو ڈپٹی سیکرٹری بنایا گیا۔ جبکہ مولانا قاری محمد سلیم زاہد، علامہ محمد ایوب صفدر، مولانا محمد مشتاق چیمہ، بلال قدرت بٹ، چودھری بابر رضوان باجوہ، مولانا محمد اشرف مجددی، سید غلام کبریا فاروقی، مولانا ابو یاسر اظہر حسین فاروقی اور سید مظاہر علی بخاری کو رابطہ کمیٹی کا رکن بنایا گیا۔ متفقہ فیصلہ ہوا کہ بیت اللہ شریف کی بے حرمتی اور سانحہ حیدری روڈ پر کل جمعۃ المبارک کو یوم احتجاج منایا جائے گا اور مساجد میں قراردادیں منظور کی جائیں گی۔ ایک قرارداد کے ذریعہ عاقب مرزائی اور اس کی فیملی کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں رکھنے، واقعہ کی غیر جانبدارانہ انکوائری کرانے اور تفتیشی ٹیم میں امن کمیٹی کے ارکان کو شامل کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور بے گناہ مسلمانوں کے نام شامل کرنے کی مذمت کرتے ہوئے قادیانی ایف آئی آر کو بے بنیاد قرار دیا گیا۔

اجلاس سے مولانا زاہد الراشدی، بابر رضوان باجوہ، قاری محمد سلیم زاہد، علامہ محمد ایوب صفدر، مولانا محمد مشتاق چیمہ، حافظ محمد صدیق نقشبندی، مولانا محمد سعید صدیقی، مولانا ابو یاسر اظہر حسین فاروقی، مولانا سید غلام کبریا فاروقی، مولانا حافظ گلزار احمد آزاد چودھری مقبول احمد، مولانا مفتی محمد نعمان، مولانا قاری محمد سلیم زاہد، سید مظاہر علی بخاری، سید احمد حسین زید، محمد عارف شامی، حافظ محمد انور اور مولانا محمد اشرف مجددی نے بھی خطاب کیا۔

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

آپریشن کہانی

چند دن پہلے پاکستان کے سابق سفیر اور طالبان کے ساتھ سرکاری مذاکرات کمیٹی کے رکن جناب رستم مہمند کا بیان قومی اخبارات میں شائع ہوا کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات آگے بڑھائے جا سکتے تھے۔صرف پانچ قیدی چھوڑ دیے جاتے جو کسی طرح بھی ملزم نہیں تھے،عورتوں، بچوں اور بوڑھوں میں سے جو طالبان سے رشتہ داری کی بنا پر پکڑے گئے تھے۔ ذاتی طور پر ان پر کوئی الزام نہ تھا...... ہزاروں ایسے قیدیوں میں سے صرف پانچ......موصوف نے بہت افسوس کے ساتھ کہا کہ مذاکرات کو آگے نہیں بڑھنے دیا گیا۔

دوسرا منظر: ''شمالی وزیرستان میں آپریشن کا فیصلہ تین سال پہلے ہو گیا تھا۔ جنرل کیانی کی ہچکچاہٹ کے باعث فوجی کارروائی نہ ہو سکی۔'' میجر جنرل (ر) اطہر عباس سابق ترجمان پاکستان فورسز کا بی بی سی کو انٹرویو......موصوف نے کہا: ''جنرل کیانی آپریشن ٹالتے رہے اس وجہ سے ہم نے بہت وقت ضائع کیا۔'' ایک سوال پر موصوف نے کہا کہ ''۲۰۱۰ء تا ۲۰۱۱ء آپریشن ہو جانا تھا جو نہ ہو سکا، اس میں جنرل کیانی کی ذاتی کمزوری کا دخل تھا۔'' موصوف جنرل اطہر عباس نے کہا کہ ''فوجی آپریشن کو ٹالنے کی ہم نے بھاری قیمت ادا کی۔'' جنرل موصوف نے کہا ''حالات جیسے آج ہیں، ۲۰۱۰ء میں بھی ایسے ہی تھے اگر آج آپریشن کیا جا سکتا ہے تو ۲۰۱۰ء میں بھی کیا جا سکتا تھا......''

یہ تفصیلی انٹرویو بی بی سی کے حوالے سے قومی اخبارات میں میں شائع ہوا۔ ہمارے سامنے ضرب مومن شمار ۳۰/۱۸ صفحہ آخر میں تفصیل موجود ہے۔

دسیوں بار سپر پاور امریکہ کی طرف سے بھی دباؤ ڈالا گیا حتیٰ کہ میاں نواز شریف کی اوباما سے ملاقات میں بھی ان امور پر بات ہوئی مگر میاں نواز شریف الیکشن مہم میں پاکستان طالبان سے امن مذاکرات کا پتا پھینک چکے تھے۔ سیاسی ساکھ کے لیے اس پر کام بھی ضروری تھا لہٰذا وزیر اعظم بننے کے کئی ماہ بعد آل پارٹیز کانفرنس بلائی گئی، تمام سیاسی جماعتوں نے میاں نواز شریف کو مذاکرات کا متفقہ اختیار دیا......اس APC کو بھی کئی ماہ گزر گئے، پھر میاں صاحب امریکی صدر سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں کیا باتیں ہوئیں؟ واپس آئے تو حکومت کی طرف سے اور طالبان کی طرف سے مصالحتی کمیٹیاں بنائی گئیں۔ بقول معروف سیاسی و دینی لیڈر مولانا سمیع الحق (رکن طالبان کمیٹی) جب ہم مذاکرات کرنے کے لیے ایک جگہ طے کرتے اوپر سے ڈرون طیارے تیار نظر آتے۔ اسی طرح شروع میں ہی طالبان امیر حکیم اللہ کو شہید کر دیا گیا......علماء کی کوششوں سے پھر مذاکرات شروع ہوئے۔ ہفتوں، مہینوں کے وقفے سے کوئی خبر آتی کہ

مذاکرات ٹھیک طریقے سے منزل کی طرف رواں ہیں...... پھر رکاوٹ آجاتی۔ طالبان کی طرف سے بعض خبریں آتیں کہ ایک امن علاقہ طے کیا جائے اور غیر جنگی قیدی عورتیں، بچے بوڑھے چھوڑ دیے جائیں اور آخر میں صرف پانچ قیدی چھوڑنے کی بات آئی۔ مگر وہ نہ چھوڑے گئے۔ اسی دوران پولیو قطروں کے بہانے KPK حکومت اور عمران خان کو ساتھ ملایا گیا اور بین الاقوامی سفر پر رکاوٹوں کی دھمکی کا ذکر شروع ہوا۔ عمران خان نے پولیو قطروں کی بھرپور حمایت کی، اس طرح قبائلی علاقوں میں بھی پولیو ورکروں کی حفاظت کے لیے فوجی چوکیاں اندر تک بنائی گئیں اور قطروں کی کارروائی شروع ہوئی۔ پشاور سے کراچی تک را اور سی آئی اے کے ایجنٹ پکڑے گئے۔ ان سے اسلحہ بھی برآمد ہوتا رہا۔ ایرانی اور بھارتی اسلحہ اور ان کے ایجنٹ پکڑے گئے۔ پکڑ کر چھوڑ دیے جاتے رہے۔ پھر کئی جگہ دھماکے ہوئے۔ پشاور میں تبلیغی مرکز میں دھماکا کرایا گیا۔ کراچی ائیر پورٹ پر دھماکے ہوئے۔ بھارتی اسلحہ برآمد ہوا مگر ''طالبان نے کارروائی کی ذمہ داری قبول کر لی ہے'' کا نادان ملک والا نعرہ دہرا دیا گیا۔ پھر حامد میر پر کراچی میں حملہ ہوا، اب کراچی سے پشاور تک فوج کے حق میں ریلیاں نکالی گئیں۔ حالانکہ ان کا تعلق طالبان سے نہ دوستی کا تھا، نہ دشمنی کا۔ خواستہ نہ خواستہ فوج کی حمایت میں ہر سیاسی جماعت نے جلسے جلوس کیے...... اب موقع تھا کہ شمالی وزیرستان کا بھاری پتھر اٹھا لیا جائے...... سنا ہے اسی بارے میں فوجی جرنیلوں اور وزیراعظم میں اختلافات بھی چل رہے تھے۔ پرویز مشرف کو بھی راولپنڈی کے فوجی ہسپتال میں دو تین ماہ پناہ مل گئی تھی اور اب ایک منصوبہ تو سرے چڑھانے کا موقع آیا۔

اگر تین سال پہلے وزیرستان آپریشن کا فیصلہ ہو گیا تھا اور اسی پر عمل درآمد ہونا تھا تو کم و بیش آٹھ دس ماہ پوری قوم کو طالبان مذاکرات کے ڈرامے میں کیوں مصروف رکھا گیا...... بے خبر قوم جاننا چاہتی ہے کہ حکومت سیاستدانوں کی ہے یا فورسز کی؟ یا فیصلہ سازی کا اختیار حکومتِ پاکستان کے پاس سرے سے ہے ہی نہیں؟

❁......❁......❁

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

سلمان قریشی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

مہ و خورشید و انجم سب مَیں گرچہ دل نشیں دیکھوں
شہِ ابرار کے جیسا، نہ پھر کوئی حسیں دیکھوں

وہ سورج، چاند، تارے ہوں، کہ یا پھر کہکشائیں ہوں
نہیں دکھتے مجھے تاباں، نبیؐ کی جب جبیں دیکھوں

نبیؐ ہیں طلعتِ زیبا، تو دنداں موتیوں جیسے
جو زلفیں عنبریں دیکھوں تو لب بھی احمریں دیکھوں

غلافی آپؐ کی آنکھیں تو دل کش ساعدِ سیمیں
تجھے میں سرور عالمؐ، سراپا مرمریں دیکھوں

حسب عالی نسب والا نہ ان جیسا زمانے میں
میں عبد اللہؓ کے گھر میں، وہ جب دُرِّ ثمیں دیکھوں

امامت ہو، نبوت ہو، کہ ہو منصب رسالتؐ کا
ہوئے ہیں ختم جس پر سب، وہ ختم المرسلیںؐ دیکھوں

عقیدہ ہے امامت کا نفی ختمِ نبوت کی
مسلمانی کے دعویٰ میں، یہ مارِ آستیں دیکھوں

نمازیں پانچ ہو کر بھی رہیں خمسین گنتی میں
سبب اس کا دعائے رحمۃ للعالمینؐ دیکھوں

سلام اے عائشہؓ تجھ پر، ابد تک تیرے حجرے میں
نبیؐ کے ساتھ صدّیقؓ و عمرؓ کو بھی مکیں دیکھوں

نبوت پر یقیں کامل، لقب صدّیقؓ کا پایا
اسے معراج کی تصدیق میں بھی اوّلیں دیکھوں

رفاقت دائمی جس کی عیاں ہے، اس کے مدفن سے
اسی راشد خلیفہ کو نبیؐ کا جانشیں دیکھوں

صدا تکبیر کی جب بھی سنوں میں کعبۃ اللہ سے
خیالوں کے دریچوں میں عمرؓ سا نازنیں دیکھوں

نچایا ناچ تگنی کا عمرؓ نے، روم و ایراں کو
عمائد کفر کے سارے، ترےؓ زیرِ نگیں دیکھوں

خدا کی راہ میں جس نے، لٹایا مال و زر سارا
میں عثماںؓ کو ہر اک لمحہ، نثارِ شاہِ دیںؐ دیکھوں

وہ عثمانِؓ حیا پیکر، ہیں ہم زلفِ علی حیدرؓ
میں ان دونوں کو دامادِ امام المرسلیںؐ دیکھوں

علیؓ ہیں خوشہ چینِ مکتبِ سرکارِؐ دو عالمؐ
علیؓ کو نکتہ ور دیکھوں، علیؓ کو نکتہ بیں دیکھوں

حسنؓ کروائے گا صلح، بقولِ سرورِ عالمؐ
حسنؓ پر متفق سارا گروہِ مسلمیں دیکھوں

ابوسفیانؓ کے بیٹے نبیؐ کے نسبتی بھائی
تقیّہ باز کو انؓ پر ہمیشہ نکتہ چیں دیکھوں

گناہوں میں گھرا بندہ دعا کرتا ہے ”اے رحماں!
قیامت میں بھی آقاؐ کو شفیع المذنبیں دیکھوں“

جہاں سلمانؔ لاتے ہیں مَلک سارے درود اب بھی
یہی دل کی تمنا ہے وہ طیبہ کی زمیں دیکھوں

حبیب الرحمٰن بٹالوی

گل چیں نے گلشن بیچ دیا

آؤ گلشن کتھا لکھتے ہیں
جہاں مالی اکثر بکتے ہیں
کچھ پاؤں کے کانٹے چنتے ہیں
دکھ درد کی چادر بُنتے ہیں
جس نے بھی وفا کا عہد کیا
اُس نے ہی جفا کر ڈالی
اسباب لٹا ہے راہوں میں
کانٹوں سے بھری ہے ہر ڈالی
ہے دشت و چمن میں آگ لگی
اور کوچہ کوچہ باڑ لگی
سب باغ با غنچہ ہُد ہُد بھی
ہر پھول اور پتا بلبل بھی
سب غیرت عزت شوکت بھی
گلچیں نے گلشن بیچ دیا
جب دین کا داعی رندوں کے
ہاتھ میں دے کر ہاتھ چلے
حجروں میں مُجرا ساتھ چلے
جب باطل طاقت ایک ہوئی
اور اہلِ دانش بینش نے
جو قول تھے سچے بیچ دیے
ماؤں نے بچے بیچ دیے
جب ڈاکے، بھتہ خوری سے
اور لاش بھری اِس بوری سے
جب بھوک اور ننگ کی ڈوری سے
ہر ایک کا جینا تنگ ہوا
ہاتھوں میں پھول بھی سنگ ہوا
ہر بندہ تیر تفنگ ہوا
یہ ظلم اور جور کی نگری ہے
یہ ہمدم! میری بستی ہے
روٹی سے گولی سستی ہے
ظلمت کا دور اب آیا ہے
ہر ایک کی منزل مایا ہے
ادبار کا بادل چھایا ہے
بادل سے پتھر برسیں گے
کٹر دم نہیں، از در برسیں گے

پروفیسر خالد شبیر احمد

غزل

دیکھو جسے بھی لگتا ہے منقار زیر پر
کیوں بولتا نہیں کوئی کیسا ہے یہ نگر

بے حالیٔ حیات پہ کیا تبصرہ کروں
تھے رہزنانِ وقت بنے ہیں جو رہبر

بدلے نہ روز و شب میرے بدلا نہ رنگ زیست
ویران ہے چمن تو ہر اک شاخ بے ثمر

فہم و شعور و شوق کی دنیا ہی لٹ گئی
ماتم کدہ سا بن گیا دل کا میرے یہ گھر

وہ ایک شخص جو کہ ملا تھا یہیں کہیں
میں اُس کی جستجو میں ہی پھرتا ہوں دربدر

زندہ ہیں وہی لوگ بالیقیں آج بھی
مرنے کے بعد ہو گئے جو اور معتبر

میں آپ اپنے شہر میں کیوں اجنبی سا ہوں
وحشت زدہ سا لگتا ہے کیوں اپنا مستقر

مہر و وفا، صبر، قناعت ہے اب کہاں
حرص و ہوس کی آگ میں جلتے ہیں بام و در

کیسا عجیب رشتہ ہے میرا یہ اُس کے ساتھ
رہتا ہے دل میں میرے پہ آتا نہیں نظر

خالدؔ وہ میری روح میں جیسے اُتر گیا
کہتے ہیں جس کی داستاں میرے یہ اشکِ تر

سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے کسی شخص نے یزید سے متعلق دریافت کیا کہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

حضرت نے جواب دیا کہ اس شخص کے لیے جائز ہے جسے یقین ہو کہ وہ یزید سے بہتر ہو کر مرے گا، سائل نے کہا، یہ مرنے سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت نے فرمایا بس پھر مرنے کے بعد جائز ہو گا۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا یزید کی مغفرت ہو گی یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''یزید سے پہلے اپنی مغفرت کی فکر کرو۔''

خطیب الہند حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا ''مردے سنتے ہیں یا نہیں؟''

حضرت نے سوال کو طرح دے کر ایک اہم ذمہ داری کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ''بھائی! ہماری بات تو زندہ بھی نہیں سنتے تم مردوں کی بات کرتے ہو۔''

امام شافعی رحمہ اللہ سے اہل صفین کے بارے میں پوچھا گیا، امام نے فرمایا: ''ہمارے ہاتھ جب ان کے خون سے محفوظ رہے تو ہم اپنی زبانوں کو کیوں ان میں رنگین کریں۔''

(ماہنامہ ''وفاق المدارس'' ملتان، صفحہ ۲۳)

شعبان / رمضان، ۱۴۳۵ھ —— جولائی / اگست، ۲۰۱۴ء

مولانا محمد صدیق دامت برکاتہم
(شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس)

ترتیب وتدوین: حافظ اخلاق احمد
(مدرس مدرسہ معمورہ ملتان)

میں اور شاہ جی

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ یادیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق دامت برکاتہم اپنی مجالس اور بعض دروس میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات سناتے رہتے ہیں۔ آپ کے شاگرد اور ہمارے مدرسہ معمورہ کے استاد حافظ اخلاق احمد نے انھیں مرتب کرلیا، افادۂ عام کے لیے یہ غیر مطبوعہ واقعات نذر قارئین کیے جارہے ہیں۔ (ادارہ)

شاہ جی سے میری پہلی ملاقات:

قیام پاکستان سے قبل مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں، مَیں طالب علم تھا، میری جلسہ کے موقع پر مہمان خانے کی ڈیوٹی تھی۔ کھانے کا انتظام میرے ذمہ تھا۔ میں تین دن تک مہمان خانے میں رہا، جلسہ گاہ نہ جاسکا اور نہ ہی کسی سے ملاقات ہوسکی۔ تیسرے دن سالن بچ گیا تو میں نے اپنے نگران حضرت مولانا عبداللہ رائے پوریؒ (شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال) سے عرض کیا کہ سالن کافی بچ گیا ہے، میں آٹا گوندھ کر روٹی پکادوں گا۔ آپ باورچیوں کی چھٹی کردیں ایک دن کی مزدوری بچ جائے گی۔ فرمانے لگے واہ واہ آپ نے بڑی اچھی بات کی۔ چنانچہ میں آٹا گوندھ کر سر پر پرات رکھ کر جارہا تھا کہ آگے گلی میں حضرت شاہ جی کا جلوس آرہا تھا۔ یہ تو ممکن ہی نہ تھا کہ شاہ جی باہر نکلیں اور تنہا ہوں۔ وہ جب بھی چلتے تو اُن کے ساتھ لوگوں کا ایک ہجوم چلتا۔ مولانا عبداللہ صاحب میرے نگران بھی ساتھ تھے۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب کو مجھ پر ترس آیا کہ اس طالب علم نے تین دن سے حضرت شاہ جی کی زیارت اور ملاقات نہیں کی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر میرے سر سے آٹے والی پرات لی اور مجھ سے فرمانے لگے حضرت شاہ جی سے مصافحہ کرلو۔ شاہ جی سے کہا کہ کہیں یہ نہ سمجھے کہ یہ بے چارا بنا سلام کیے جارہا ہے۔ مولانا عبداللہ صاحب نے کہا کہ بے چارا طالب علم ہے۔ شاہ جی طالب علموں سے بہت محبت کرتے تھے، شاہ جی نے بجائے مصافحہ کرنے کے مجھے گلے لگالیا اور جھومنے لگ گئے۔ فرمایا طالب علم اور بے چارا؟ طالب علم اور بے چارا؟ اللہ اسے باچارا کرے، اللہ اسے باچارا کرے۔ میں اپنے بارے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس بزرگ کی دعا نے مجھے بہت باچارا کیا۔ اللہ نے میرے اوپر بہت سے انعامات کیے، یہ میری حضرت شاہ جی سے پہلی ملاقات تھی۔

گڑ والی چٹنی:

شاہ جی طالب علموں سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہم اپنے مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں کھانا کھانے

سے پہلے چٹنی رگڑ رہے تھے تو شاہ جی بھی ادھر تشریف لے آئے۔ اسی زمانے میں آپ کے بڑے فرزند حافظ سید عطاء المنعم شاہ صاحب بھی خیر المدارس میں پڑھتے تھے اسی وجہ سے شاہ جی سال میں تین چار مرتبہ خیر المدارس آیا کرتے تھے، تو شاہ جی آ کر ہمارے ساتھ بیٹھ گئے اور کہا کہ لاؤ تمہیں چٹنی بنانا سکھاؤں۔ پھر کہا گُڑ لاؤ، تو آپ نے چٹنی میں گُڑ ڈالا اور خود ہی چٹنی رگڑنے لگ گئے اور پھر ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔

یا اباہ:

ایک مرتبہ ہم ''کافیہ'' کا تکرار کر رہے تھے کہ شاہ جی آ گئے اور ہمارے درمیان آ کر بیٹھ گئے، میں تکرار میں کہہ رہا تھا کہ کبھی کبھی منادیٰ پر بالمبا کرنے کے لیے الف اور ہا بڑھا دی جاتی ہے جیسے ''یــــا زیــداہ'' تو شاہ جی نے مجھے فرمایا میں اگر ''اَب'' کو آواز دوں گا تو کیا کہوں گا ''یا اباہ، یا اباہ''۔ تم اس کا جواب لاؤ تو میں خاموش ہو گیا، پھر اس کے بعد جب جانے لگے تو سب طالب علم مصافحہ کرنے لگے، میں مصافحہ کرنے لگا تو بطور مزاح فرمایا کہ میں مصافحہ نہیں کروں گا جب تک **زیــداہ** کے ''ہ'' کا جواب نہ لاؤ گے کہ کیا جواب ہے۔

میرے اللہ:

ایک مرتبہ میں اکیلا خیر المدارس میں بیٹھا تھا کہ شاہ جی تشریف لے آئے۔ شاہ جی بھی اس وقت اکیلے تھے میں نے فرطِ محبت میں کہا ''میرے اللہ''۔ شاہ جی فرمانے لگے کیوں تیرے ہی اللہ ہیں کسی اور کے اللہ نہیں ہیں، میں طالب علم تھا، میں نے جلدی سے وہ عبارت پڑھ دی جس کا مفہوم ہے کہ ''نام لے کر کسی کا حکم لگانے سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی''۔ میں نے اس وقت کی طالب علم کی اصطلاح کے لحاظ سے اس کو پڑھ کر سنا دیا کہ تخصیص کرنے سے کسی کے نام کا حکم لگا کر دوسروں کی نفی نہیں ہوتی۔ میرے اللہ کہنے سے دوسرے کے اللہ کی نفی نہیں ہوتی۔ شاہ جی نے فرمایا کہ ''محمد رسول اللہ''؟ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں نے کہا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہے تو کسی اور کے رسول ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ یہ ساری بحث جب میں نے کی تو فرمایا اب تو کسی کو اور رسول کہتا ہے؟ بتا اب تو کس کو اور رسول کہتا ہے؟ میں تو کسی اور کو رسول مانتا نہیں تھا پھر میں خاموش ہو گیا۔

سبق یاد کرنے کا وظیفہ:

ایک دفعہ مدرسہ تشریف لائے، آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے تو ہم طالب علموں نے شاہ جی کو دبانا شروع کر دیا۔ حضرت شاہ جی ہم سے فرمانے لگے محنت سے پڑھا کرو۔ میں نے کہا جی محنت سے تو پڑھتے ہیں لیکن ہمیں یاد نہیں رہتا۔ فرمانے لگے اس کا حل میں بتاتا ہوں۔ سبق پڑھنے سے پہلے تین دفعہ **سبحانک لا علمنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم** پڑھ لیا کرو، سونے سے پہلے اوّل آخر تین مرتبہ درود شریف اور سات مرتبہ یہ آیت پڑھ کر سو جایا کرو

تو ان شاء اللہ اس کی میں ضمانت دیتا ہوں تمہیں سبق یاد رہے گا۔

عجیب مخرص:

ایک دفعہ حضرت شاہ جی مدرسہ تشریف لائے اور دورہ حدیث کے سبق میں بیٹھ گئے۔ سبق میں وہ حدیث پڑھائی جا رہی تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **واللہ لا ادری ما یفعل بی** (اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا) اس سے پہلے یہ ہے کہ کسی نے میت کی تعریف کی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور کہا کہ نبی ہو کر میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ توجیہ بتلائی کہ دنیا کے اعتبار سے نہیں جانتے تھے آخرت کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے۔ تب ہی تو تبلیغ کرتے تھے۔ حضرت توجیہ کرتے تھے کہ ''**ما یفعل بی**'' دنیا کے لحاظ سے ہے۔ شاہ جی سبق سے یہ بات سن کر آ گئے۔ جب سب طالب علم بیٹھ گئے تو شاہ جی تشریف لائے اور عطاء المنعم شاہ صاحب بھی ساتھ تھے۔ فرمایا آؤ مجھے بتلاؤ کیا پڑھ کے آئے ہو؟۔

یہ بات تو ہو رہی تھی آخرت کی، کہنے والا صحابی آخرت کے بارے میں کہہ رہا تھا، آپ لوگ توجیہ کر رہے ہیں دنیا کے لحاظ سے۔ تو جب بات آخرت کی چل رہی ہے تو دنیا کے لحاظ سے یہ بات کیسے بن گئی۔ سارے ساتھی خاموش رہے میں بھی اس وقت بیٹھا تھا، اللہ نے میرے دل میں ایک جواب ڈالا، میں نے عرض کیا کہ میں جواب دے دوں، شاہ جی نے نگاہ میری طرف اٹھا کر دیکھا تو میں کانپنے لگ گیا۔ کیونکہ شاہ جی کا رعب بہت تھا۔ شاہ جی نے کہا کہو، کہو، میں نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر ہمیں ایک آیت کے مضمون کی تعلیم دے رہے ہیں اللہ نے فرمایا **لا تقف ما لیس لک بہ علم** (جس چیز کا علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو) تو چونکہ مخاطب کو آخرت اور دنیا کے لحاظ سے علم نہیں تھا اس لیے ان کو اس بات کی تنبیہ کی گئی کہ جس بات کا علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ دنیا کے بارے میں علم نہیں تھا اس لیے فرمایا دنیا کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں اس لیے میں اس کے پیچھے نہیں پڑتا۔ حضرت شاہ جی نے فرمایا عجیب مخرص نکالا ہے، عجیب مخرص نکالا ہے۔ کیا پڑھتے ہو؟ میں نے کہا مشکوٰۃ شریف۔ فرمایا بخاری پڑھو گے تو کیا غضب ڈھاؤ گے۔

تُرشی قاطع محبت:

ایک دفعہ شاہ جی تشریف لائے۔ برسات کا موسم تھا، میں لیموں کی شکنجبین بنا کر لے گیا پیش کی تو فرمایا کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا شکنجبین لایا ہوں۔ فرمایا یہ تُرش ہوتی ہے؟ میں نے کہا کچھ تُرش ہوتی ہے، فرمایا محبت سے لائے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں محبت سے لایا ہوں، فرمایا تمہیں پتہ نہیں کہ تُرشی قاطع محبت ہوتی ہے۔

شاہ جی کی محبت وشفقت:

عام طور پر جلسہ کے دنوں میں جلسہ گاہ میں میری ڈیوٹی حضرت شاہ جی کی خدمت میں لگتی تھی۔ شاہ جی بھی محبت

کرنے لگ گئے تھے اور ہم بھی ان کی خدمت کرنے لگ گئے تھے۔ ایک دفعہ شاہ جی کہیں گئے ہوئے تھے اور کسی کے گھر مہمانوں کی دعوت تھی تو سب مہمانوں کو لے جا کر ہم نے دعوت کھلائی۔ شاہ جی کے بارے میں یہ خیال آیا کہ جہاں یہ گئے ہیں وہیں کھانا کھا کر آجائیں گے، جب واپس آئے تو رات کے نو یا دس بجے تھے۔ مجھے لمبا بھائی کہا کرتے تھے۔ فرمایا لمبے بھائی کھانا لاؤ۔ اب میرے دل میں خیال ہوا کہ جہاں اور چلے گئے ہیں وہاں جا کر کھانا کھلاتا ہوں۔ میں گیا تو راستہ بھول گیا، گھومتا رہا، دیر سے آیا تو میں نے آکر ساری بات صاف صاف بتلا دی کہ قصہ یہ تھا کہ کہیں دعوت ہوئی تھی جس کی وجہ سے کھانا یہاں نہیں پکا تھا اس لیے ہم نے آپ کے لیے نہیں رکھا، میں لینے گیا تو راستہ بھول گیا۔ مجھے وہ گھر ہی نہیں ملا جہاں سے کھانا لانا تھا۔ جس وقت میں واپس آیا تو شاہ جی نے فرمایا۔ تم کس وہم میں پڑے رہے ہم نے تو دوزخ بھرنا تھا چنے منگوا کر بھر لیا۔ میرے دل میں خیال تھا کہ صبح کو ہماری شکایت لگے گی کہ انہوں نے شاہ جی کا خیال نہیں کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کے میں نے تو اکثر کو بتایا تھا کہ ہم سے یہ غلطی ہوئی کہ ہم نے حضرت شاہ جی کا خیال نہیں کیا لیکن حضرت شاہ جی نے کبھی کسی کو یہ بات نہیں بتلائی کہ انہوں نے ہمیں کھانا نہیں کھلایا جیسا کہ مہمان کو جب نہ کھلایا جائے تو وہ ذمہ داروں کے پاس شکایت کرتا ہے۔

مطوّلُ المعانی:

ایک دفعہ میں نے چائے وغیرہ کا سامان لا کر سامنے رکھا تو مجھ سے پوچھا کیا پڑھاتے ہو؟ میں نے کہا ''مختصر المعانی''، فرمایا۔ تمہیں مختصر المعانی کس نے دے دی؟ میرے استاذ حضرت مولانا عبداللہ صاحب پاس بیٹھے تھے وہ کہنے لگے کہ کچھ سمجھ لیتا ہے، سمجھا لیتا ہے اور سمجھدار ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ کوئی غلطی ہوئی ہوگی جو شاہ جی یہ فرماتے ہیں کہ اس کو مختصر المعانی کس نے دے دی۔ کہا نہیں نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ اس کو مختصر المعانی نہیں بلکہ ''مطوّل المعانی'' دینی چاہیے تھی (لمبے بھائی کی مناسبت کی وجہ سے) اسے مختصر نہیں مطول دینی چاہیے تھی۔

شاہ جی کی علمی باتوں میں مہارت:

حضرت شاہ صاحب علمی باتوں میں بھی بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ ایک آیت ہے جس میں ہے **تَوَفَّنَا مع الابــــرار** (جب نیکوں کی موت آئے تو ہمیں بھی موت دے) اس کا مطلب یہ کہ اکٹھے مریں، اکٹھے مرنے کا مطلب کیا ہوا۔ عام توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ جب زمانہ نیکوں کے یہاں سے چلے جانے کا ہو تو ہمیں بھی اسی زمانے میں لے جا گویا کہ معیت قرنی مراد ہے۔ معیت غایتی مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس وقت میں ہمیں بھی موت دے دے جب کہ آپ نیکوں کو موت دیں۔ حضرت شاہ جی فرماتے تھے اس تکلف کی کیا ضرورت ہے اس **تــوفــنــا** کو آپ اپنے اصلی معنوں میں رکھو ''**تُــوَفّی**'' کہتے ہیں پورا کرنے کو، پورا ڈالنے کو تو معنیٰ یہ کرو کہ **تـوفـنـا مع الابرار** اے اللہ نیکوں کے ساتھ ہماری بھی پوری ڈال، یہ حضرت کا علمی کارنامہ تھا۔ (علماء کی ایک مجلس میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری سے فرمایا میں نے اس آیت

کا پنجابی ترجمہ کیا ہے۔ ’’تے پوری پا ساڈی نال نیکاں دے‘‘ حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے فرمایا: ’’شاہ جی آپ نے بالکل صحیح ترجمہ کیا ہے۔‘‘)

شاہ جی کا علمی ذوق:

اکثر ہم شاہ جی کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دفعہ میں اور مولانا فیض احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاہ جی نے ہم سے فرمایا کہ ایک آیت ہے اس کا مطلب بتاؤ، **ان الانسان لربہ لکنود** (بے شک انسان اپنے رب کے لیے ناشکرا ہے) جب ہم نے ترجمہ کرلیا تو معلوم ہوا کہ کل انسان ناشکرے ہیں۔ شاہ جی نے فوراً اعتراض کے طور پر کہا اللہ تو کہتا ہے **وقلیل من عبادی الشکور**، کچھ میرے بندے شکرگزار بھی ہیں۔ میں نے کہا جی ’’**الانسان**‘‘ پر الف لام استغراقی نہیں عہدی ہے۔ شاہ جی اس طرح کی علمی باتوں سے محظوظ ہوتے تھے۔

ظرافت:

ایک مرتبہ میں اور مولانا فیض رحمۃ اللہ علیہ شاہ جی کی مجلس میں گئے اور جاتے ہوئے ہدیہ کے طور پر انگور لے گئے۔ حضرت شاہ جی کو شوگر تھی تو آپ نے بطور ظرافت فرمایا یہ نمکین ہے؟ مطلب یہ ہے کہ نمکین چیز لانی چاہیے تھی۔ میٹھی نہیں لانی چاہیے تھی۔

شاہ جی کا حسن سلوک:

انتظامیہ دارالعلوم ربانیہ نے شاہ جی سے جلسہ کی تاریخ لی تھی۔ جلسہ میرے گھر کے قریب تھا، میں شاہ جی سے بہت زیادہ مانوس تھا اس لیے بطور خدمت کے دارالعلوم ربانیہ چلا گیا، شاہ جی بھی مجھ سے خاص شفقت فرماتے تھے۔ میں نے دبانا شروع کر دیا، شاہ جی سو گئے میں دباتا رہا۔ رات کا ڈیڑھ (1:30) بج گیا۔ حضرت شاہ جی بیدار ہوئے تو فرمانے لگے تم ابھی دبا رہے ہو؟ میں نے کہا کہ یہ بات میں نے وفا کے خلاف سمجھی کہ آپ بیٹھے ہوں تو دباؤں اور آپ سو جائیں تو میں بیٹھ جاؤں۔ شاہ جی اُٹھ کر بیٹھ گئے، فرمایا کہ تم تھک گئے ہوگے، یہ کہہ کر شاہ صاحب نے میرے بازو پکڑ کر دبانا شروع کر دیے۔ میں نے بہت عذر کیا لیکن حضرت نے فرمایا تم تھک گئے ہوگے۔ پہلے ایک بازو دبایا پھر دوسرا بازو دبایا اور پھر بعد میں فرمایا کہ اب جاؤ اور جا کر سو جاؤ۔ یہ ایک میرے ساتھ منفرد واقعہ ہے، میرے خیال میں شاہ صاحب نے میرے علاوہ اور کسی کے بازو نہیں دبائے ہونگے۔ مجھے آج بھی اس پر فخر ہے۔

شاہ جی کی خطابت کا معتقد:

جالندھر کے مشہور بازار میں شاہ جی کی تقریر تھی، ہمیں استادوں نے منع کر دیا کہ تم نے شاہ جی کے جلسے میں نہیں جانا، جیسے کہ مدرسوں کے اصول ہوتے ہیں کہ راتوں کو جو تقریر پر جائے گا اس کو دوسرے دن سبق میں پریشانی ہوگی نہ

مطالعہ ہوگا اور نہ ہی سبق یاد ہوگا۔ لیکن جو ہمارے نگران تھے وہ خود چلے گئے، انہوں نے واپس آ کر کہا کہ میں آج شاہ جی کی خطابت کا معتقد ہو گیا ہوں ہم نے کہا کیسے، ہمارے نگران کہنے لگے کہ لیگیوں نے ارادہ کیا تھا کہ شاہ جی کی تقریر نہیں ہونے دینگے، اس کا طریقہ انہوں نے یہ اختیا کیا ہوا تھا کہ دورانِ تقریر شاہ جی سے بے تحاشا سوال کریں گے جس سے شاہ جی تقریر نہیں کر سکیں گے۔ ہمارے نگران کہنے لگے کہ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک طرف سے لیگیوں کا سوال ہوتا شاہ جی اس کا جواب دیتے پھر دوسری طرف سے ایک اور لیگی کھڑا ہو کر اعتراض کرتا شاہ جی اس کا بھی جواب دیتے۔ شاہ جی کا کمال یہ تھا کہ ہر ایک کا جواب بھی دیتے جاتے اور اپنی تقریر کا تسلسل بھی باقی رکھتے۔

واعظ کو نصیحت:

میرے ایک دوست حافظ احمد دین صاحب وعظ کرنے شروع ہو گئے تھے۔ شاہ جی کو پتا چلا کہ وہ وعظ کرنے جاتے ہیں تو ایک بار شاہ جی نے انہیں بلایا اور کہا کہ تم وعظ کرنے جاتے ہو اگر ثواب لینا ہے تو میری تین باتیں سن لو۔

(۱) کسی سے کوئی کرایہ طے نہیں کرنا (۲) اگر وہ کرائے کی مد میں کوئی خدمت کریں تو مت گننا (۳) اپنا کرایہ ضرور ساتھ لیکر جانا

حضرت تھانوی اور شاہ جی کی محبت:

حضرت شاہ جی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی زیارت کرنا چاہتے تھے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے ذکر کیا کہ میں حضرت کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ ڈر لگتا ہے آپ میرے ساتھ چلیں۔ چنانچہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت نے ذکر کیا کہ شاہ صاحب آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سے ڈر لگتا ہے، یہ آپ سے ڈرتے ہیں۔ فرمایا باہر چارپائی بچھاؤ، چارپائی بچھائی گئی، تو اس کے بعد حضرت سفید ٹوپی پہنے چارپائی کے درمیان میں بیٹھ گئے۔ حضرت تھانوی نے فرمایا میں نے سنا تھا کہ شاید عطاء اللہ شاہ صاحب ڈرتے ہیں اس لیے میں نے دیہاتی وضع اختیار کی تاکہ آپ کا ڈر دور ہو جائے اور رعب نہ ہو۔ شاہ جی فرماتے ہیں کہ میں جاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں بطور ہدیہ کچھ پھل لے گیا تھا۔ جس وقت میں پیش کرنے لگا تو دل میں خیال آیا کہ ان کی دائیں طرف رکھوں یا بائیں طرف رکھوں۔ کبھی میں ٹوکری دائیں طرف کرتا ہوں، کبھی بائیں طرف کرتا ہوں، پھر دل میں خیال آیا کہ شاید غصے نہ ہو جائیں اس لیے میں پائنتی کی طرف رکھ دیتا ہوں۔ آخر میں نے نیچے پاؤں میں رکھ دی۔ حضرت تھانوی نے فرمایا کہ شاہ صاحب یہ تو سر پر رکھنے کے قابل تھی۔

مولانا محمد علی جالندھری اور شاہ جی:

مولانا محمد علی جالندھری صاحب نے ایک واقعہ مجھے حضرت شاہ جی کا سنایا تھا۔ شیخوپورہ کے علاقہ کی طرف مسلم لیگ نے قادیانی کو ممبر بنانے کے لیے الیکشن میں کھڑا کر دیا۔ مجلس احرار کی یہ پالیسی تھی کہ الیکشن میں حصہ نہیں لینا لیکن

جہاں کوئی قادیانی کھڑا ہوگا تو اس کی مخالفت کرنی ہے تا کہ وہ ناکام ہو جائے۔ تو اس سلسلہ میں مولانا محمد علی صاحب کو بھیجا گیا۔ وہ اس علاقے میں تشریف لے گئے تا کہ اس کے خلاف لوگوں کو بتلائیں کہ یہ قادیانی ہے اس کو کامیاب نہیں کرانا اس لیے جلسہ رکھا ہوا تھا۔ تھانیدار نے آ کر کہا کہ مولانا آپ آج جلسہ نہ کریں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے تھانے دار کو کہا کہ تو قادیانی ہے؟ وہ رو پڑا اس نے کہا کہ قادیانیوں نے آپ کے جلسہ کو نقصان پہنچانے کے لیے جو تیاریاں کی ہیں میری مختصر سی فورس اس کا جواب نہیں دے سکتی۔ کل کو میں اور فوج لے کر آؤں گا تو آپ کل جلسہ کر لینا۔ مولانا کہتے ہیں میں نے کہا ہم نے جلسہ نہ کیا تو ساتھی کمزور پڑ جائیں گے، بزدل ہو جائیں گے اور وہ سمجھیں گے کہ قادیانیوں کا رعب ہے اس لیے ہم نے ہر حال میں جلسہ کرنا ہے۔ چنانچہ ہم نے اسی خطرے والے حالات میں جلسہ کیا۔ اللہ کا فضل ہوا ہم نے کامیاب جلسہ کیا۔ قادیانی سوچنے لگے کہ ان کا تو اتنا رعب ہو گیا ہے کہ تھانے دار کے منع کرنے کے باوجود بھی یہ جلسہ کر رہے ہیں۔ اس طرح قادیانیوں پر رعب بڑھ گیا۔ اس لیے قادیانیوں نے کچھ نہیں کیا، یہ سارا واقعہ جب میں نے حضرت شاہ جی کو سنایا تو شاہ جی فرمانے لگے:

’’تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم کو بھیج کر سو گیا تھا؟ میں بھی ساری رات مصلے پر بیٹھا رہا اور دعا کرتا رہا۔ اللہ میرے محمد علی کو سلامتی کے ساتھ واپس لانا۔‘‘

معیارِ تقویٰ:

ایک واقعہ مولانا محمد علی نے اور بھی سنایا کہ ہم کسی سرکاری میٹنگ میں چلے گئے۔ واپس آ کر شاہ جی کو رپورٹ دینی تھی۔ میں آ کر بتانے لگا کہ پہلے یہاں گئے پھر وہاں گئے، پھر آگے چائے کا انتظام تھا۔ شاہ جی نے پوچھا پھر آپ نے چائے پی لی؟ مولانا کہنے لگے میں نے کہا دال میں کالا ہے میں خاموش رہا۔ پھر پوچھا چائے پی تھی؟، میں پھر خاموش رہا، تیسری مرتبہ انہوں نے فرمایا آپ نے چائے پی تھی؟ میں نے کہا جی ہاں پی تھی۔ فرمایا کہ آج کچھ مت بیان کرو جو اُن کی چائے پی لے اس کی رائے خالص نہیں رہتی۔

وسعت ظرف:

مجلس احرار کا جلسہ تھا، صدارت مولانا خیر محمد صاحب کی تھی، جلسے کے بعد کسی نے پوچھ لیا کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز ہوتی ہے؟ شاہ جی فرمانے لگے سب مسلمانوں کے پیچھے ہو جاتی ہے، جب انھوں نے یہ کہہ دیا تو مولانا خیر محمد صاحب فرمانے لگے کہ میرے دل میں خیال آیا یہ تو غلط مسئلہ بیان ہو گیا ہے اب ادھر شاہ جی ہیں شاہ جی کا مجمع ہے اور میں ایسے مجمع میں شاہ جی کے خلاف بات کیسے کروں، لیکن پھر میں نے حوصلہ کیا اور میں نے کہا کہ حق صدارت میں کوئی بات کہنا چاہتا ہوں تو سب لوگ خاموش ہو گئے، فرمایا دو قصے ہیں ایک ہے انگریز کو ملک سے کیسے نکالنا ہے اس کے بارے

میں شاہ جی زیادہ جانتے ہیں کہ کیسے نکالنا ہے کن لوگوں کو ساتھ ملانا ہے کن لوگوں کو ساتھ چلانا ہے، باقی جائز ناجائز باتیں ہم زیادہ جانتے ہیں، غیر مقلدوں کے پیچھے اتنے وجوہ سے نماز صحیح نہیں ہوتی۔ شاہ جی کا ظرف اتنا وسیع تھا کہ فوراً فرمایا کہ جو مسئلہ مولانا خیر محمد صاحب نے بتلایا ہے وہ ہی صحیح ہے، فرمایا بعد میں کچھ لوگ آئے اور کہا کہ اگر آپ نہ بتلاتے تو اس دوران ہم سب نے غیر مقلد ہو جانا تھا۔ کیونکہ وہاں سے شرط لگ کر آئی تھی کہ تمہارے پیچھے اگر نماز ہوتی ہوئی تو ہم بھی غیر مقلد ہو جائینگے۔

مولانا خیر محمد رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ جی کی محبت:

ایک مرتبہ مسلم لیگیوں نے اپنے کسٹوڈین سے کہا کہ تم نے اتنا بڑا علاقہ مولانا خیر محمد صاحب کو الاٹ کر دیا ہے یہ تو احرار کا اڈا بن رہا ہے، یہاں تو احرار لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری آتے ہیں۔ اس نے مولانا خیر محمد کو طلب کر لیا اور کہا کہ ہم نے تم کو اتنی بڑی جگہ الاٹ کی ہے یہ تم احرار کا اڈا بنا رہے ہو (مقصد یہ تھا کہ ہم تم سے واپس لیتے ہیں)۔ مولانا خیر محمد صاحب نے ان سے کہا کہ آپ صحیح بتلائیں کہ آپ بیٹھے ہیں اگر عطاء اللہ شاہ بخاری آجائیں آپ ان سے کیا سلوک کرو گے؟ ان سے یہ کہو گے کہ نکل جاؤ؟ اس نے کہا نہیں بلکہ ان کا بہت اکرام کرونگا وہ تو بڑی شخصیت ہیں۔ مولانا خیر محمد صاحب نے فرمایا شاہ جی تیرے دوست بھی نہیں ہیں تو اتنا اکرام کرے گا وہ تو میرے دوست ہیں تو میں کتنا اکرام کروں گا۔

قرآنی آیت سے استدلال:

حضرت شاہ جی کا ایک کمال تھا کہ اگر کوئی علمی بات متحضر ہوتی تو حضرت مولانا خیر محمد سے اطمینان کیے بغیر مجمع میں نہیں بیان کرتے تھے، حضرت مولانا خیر محمد صاحب کو شاہ جی دو وجوہ کی بنا پر استاد بھی کہا کرتے تھے۔ ایک تو یہ کہ مولانا خیر محمد صاحب میرے بیٹے کے استاد ہیں اور دوسری وجہ یہ تھی کہ علمی بات متحضر ہونے پر حضرت سے پوچھے بغیر مجمع میں بیان نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ جی نے مولانا خیر محمد کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا ذوق یہ کہتا ہے حضرت مریم علیہ السلام کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام جس انسانی شکل میں آئے تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل مبارک تھی۔ اس لیے کہ قرآن میں آیا ہے بَشَراً سَوِيًّا (کامل بشر) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل کوئی بشر نہیں ہے اس آیت سے یہ میرا استدلال ہے۔ مولانا خیر محمد صاحب نے فرمایا کہ شاہ جی میرا ذہن بھی یہ ہی کہتا ہے جو آپ فرمارہے ہیں۔ لیکن کہیں لکھا دیکھا نہیں ہے۔ اس کے بیان کرنے میں فتنے کا خطرہ ہے اس لیے اس کو عام مجمع میں بیان نہ کیا جائے۔

☆......☆......☆

مولانا عزیز الرحمٰن خورشید

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ۲۱ راگست ۱۹۶۱ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے انہیں ہم سے جدا ہوئے ۵۳ برس بیت گئے لیکن وہ اپنی دینی، ملّی وقومی خدمات کی وجہ سے آج بھی زندہ ہیں۔

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جنھیں ان کے عقیدت مند شاہ جی کہتے تھے خطابت اور ان میں گل وبلبل کا رشتہ تھا۔ ان دونوں میں روح اور جسم کا تعلق تھا، زمانے نے گزشتہ چار دہائیوں میں اتنا بڑا خطیب نہیں دیکھا، برصغیر پاک و ہند کا کونہ کونہ ان کے خطابت کے گلدستوں سے مزین رہا، انھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر جس طرح اس مردہ قوم کو جگایا تھا یہ انھی کا حصہ تھا۔

۱۹۱۹ء میں امرتسر میں جنرل ڈائر کی درندگی اور بلادِ اسلامیہ کی بربادی نے آپ کی حساس طبیعت پر گہرا اثر ڈالا۔ اس وقت امرتسر کی مسجد خیر الدین میں آپ امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ عصری تقاضوں نے آپ کو مسجد سے نکال کر مردہ قوم کو جگانے پر مجبور کیا۔ الہلال اور البلاغ کے مطالعہ سے آپ کا ذہن پہلے ہی انقلابی تھا۔ ۱۹۲۰ء میں برصغیر کا یہ مایہ ناز خطیب عوام میں آیا اور اپنی خطابت کا آغاز تحریک خلافت کے اسٹیج سے کیا اس کے بعد آپ نے اپنی خطابت کے جس طرح موتی بکھیرے، برصغیر کا کوئی مقرر اس میں آپ کا ہم پایہ نہ تھا۔ کلکتہ سے خیبر تک اور سری نگر سے راس کماری تک برصغیر کا بچہ بچہ آپ کی خطابت سے لطف اندوز ہوا۔ شاید ہی پاک وہند کا کوئی شہر یا قصبہ ایسا ہو جو آپ کی ولولہ انگیز خطابت سے محروم رہا ہو۔

برصغیر کی تحریک آزادی نے ہندوستان میں خطابت کے ایک سکول کی بنیاد رکھی تھی۔ جس نے مقرر بھی پیدا کیے اور ساتھ ہی ساتھ عوامی فکر کی راہیں بھی بدل ڈالیں۔ مسلم اور ہندو دنیا میں جتنے شعلہ بیاں خطیب پیدا ہوئے، ان میں ایک بھی سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہم پایہ نہ تھا۔ ان کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جس طرح ابوالکلام آزاد علمی تحریر وتقریر کے بادشاہ تھے ویسے ہی امیر شریعت خطابت کے امام تھے۔ لسانی اور قومی خصوصیات کے اعتبار سے ایشیا کے بے مثال مقرر اور خطیب تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک دفعہ مجمع علما میں فرمایا: ''آپ تو میرے بھائی مقرر نہیں ساحر ہیں۔''

آپ لوگوں کے چہروں سے مضامین کا فی البدیہہ انتخاب کرتے موضوع کے مطابق لب ولہجہ اختیار فرماتے، آپ نے چالیس سالہ زندگی میں خداد صلاحیتوں کی بنا پر بڑے بڑے سیاسی اور مذہبی معرکے سر کیے۔ پنجاب کے علاقہ میں مسلمانوں میں خطرناک قسم کی بداعتقادیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جس سے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان بچ گئے۔ مصنوعی گدیوں اور بناوٹی پیروں قلع قمع کیا، دیہاتیوں میں ہیر رانجھا اور یوسف زلیخا کی بجائے قرآن کا ذوق پیدا کیا۔ مسلمانوں میں تجارت کا شوق پیدا کر کے ان کو احساس کمتری سے نکالا، خاندانی تفاخر اور قبائلی تعصب، رنگ ونسل کے

خلاف جہاد کیا علماء کی پگڑیاں اچھالنے والوں کے خلاف دفاعی محاذ بنایا۔ عوام میں جذبہ جہاد پیدا کیا، دینی مدارس کھلوا کر دینی تعلیم کو عام کیا، اپنی تقریروں میں ان آیات کی برملا تلاوت اور تفسیر بیان کی۔ جن کو مفاد پرست طبقہ نے چھوڑ رکھا تھا، فرنگی حکام اور انکے کارندوں کے دبدبہ و رعب کو ختم کیا۔ مخصوص خاندان جو انگریزوں کے اقتدار کی وجہ سے مسلمانوں پر مسلط تھے۔ ان کی اجارہ داری کو ختم کیا، شاہ جی کی خطابت میں شیر کی گرج اور نسیم سحر کی سبک خرامی کا بہترین امتزاج تھا۔ آپ کی خطابت میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ بعض دفعہ معانی کے ایک سمندر کو الفاظ کے کوزہ میں بند کر دیتے تھے۔ ہزاروں انسانوں کا مجمع جو حد نظر تک پھیلا ہوتا تھا ان کی تقریر کی مسلسل زنجیروں میں جکڑا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ بڑھاپے میں کرسی پر بیٹھ گھنٹوں تقریر کرتے اور سیالکوٹ میں ایک دفعہ چارپائی پر لیٹ کر بیماری کی حالت میں دو گھنٹہ تک تقریر کی۔

۷؍جولائی ۱۹۲۷ء کو احاطہ عبدالرحیم لاہور میں راجپال دہریہ کی طرف سے شائع کردہ کتاب رنگیلا رسول کے خلاف باوجود دفعہ ۱۴۴ اور پولیس کی موجودگی میں آپ نے ایسا ولولہ انگیز خطاب کیا، جس کے نتیجہ میں اس گستاخ رسول کو غازی علم الدین شہید نے جہنم رسید کیا۔

۱۹۳۱ء میں مجلس احرار اسلام نے تحریک کشمیر چلائی، شاہ جی نے اپنے زور بیان سے ملک میں آگ لگا دی۔ آپ کی للکار پر پچاس ہزار نوجوان جیل میں گئے، ریاستی حکمران گھبرا گئے اور معاملہ وائسرائے کے حوالے کر دیا۔ شاہ جی نے تحریک کشمیر میں جو کردار ادا کیا، اس کا اعتراف وزیر ہند نے گول میز کانفرنس لندن یوں کہا کہ ''ہندوستان میں ایک ایسی سحر بیان شخصیت موجود ہے جو بیک وقت دو حکومتوں کو معطل کر کے رکھ دیتی ہے۔''

مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے ۱۹۲۱ء کے ایک جلسے کے سلسلہ میں ہمدرد میں لکھا تھا کہ ''کامیابی کا سہرا اس بے مثال مقرر کے سر رہا جس کا نام سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہے، ان کی قرآن خوانی اور ان کی متانت وظرافت نے سامعین کو مسحور کر دیا تھا۔ لوگوں کا تقاضا تھا کہ شاہ جی تقریر جاری رکھیں لیکن میرے کہنے پر رات کے دو بجے انھوں نے تقریر ختم کر دی۔''

مولانا ابوالکلام آزاد نے فرمایا کہ ''میرے بھائی ملک کا ہر گوشہ اور ہر فرد آپ کا شکر گزار ہے۔''

نواب بہادر یار جنگ نے کہا کہ ''کاش اگر یہ شخص میرے ساتھ مل جاوے تو میں اس کے ذریعے چھ ماہ کے اندر اندر ملک میں انقلاب برپا کر دوں۔''

آپ کے خطاب سے ہی متاثر ہو کر امام المحدثین سید انور شاہ کاشمیری نے انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۳۰ء میں پانچ سو علماء کی موجودگی میں آپ کو اسلامی قافلہ کا سربراہ منتخب کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہاں موجود پانچ سو علما نے بھی بیعت کی جہاں پانچ صد علما نے بیعت کی تھی۔ وہیں شاعر مشرق اقبال نے بھی بیعت کی تھی اس موقع پر حضرت کاشمیری نے آپ کو امیر شریعت کا خطاب دیا چونکہ یہ خطاب ایک ولی کامل کا دیا ہوا تھا۔ اس لیے یہ شاہ جی کے نام جزو بن گیا اور آج تک لوگ آپ کو اس خطاب سے یاد کرتے ہیں۔

بجنور (یو، پی) میں احرار کانفرنس میں آپ نے رات کوتقریر شروع کی، ایک گھنٹہ تک تلاوت قرآن فرماتے رہے۔ سامعین پر سناٹا چھا گیا اور معلوم ہوتا تھا کہ قرآن ابھی اتر رہا ہے۔ ایک دفعہ آپ علی گڑھ بغرض تقریر تشریف لے گئے، طلباء نے کہا کہ ہم آپ کی تقریر نہیں ہونے دیں گے، آپ نے فرمایا قرآن تو پڑھ سکتا ہوں۔ اجازت مل گئی۔ آپ نے تلاوت شروع کی، ترجمہ کیا اور سامنے مخالف بیٹھ کر جھوم رہے تھے۔ آپ نے چھ گھنٹے تک تقریر فرمائی اور مجمع پر سکوت طاری تھا۔

ایک شب جیل خانے میں سورہ یوسف کی تلاوت شروع کر دی، چودھویں کا چاند تھا ایک گھنٹہ تلاوت جاری رہی کہ اچانک پیچھے سے سپرنٹنڈنٹ جیل پنڈت رام جی لال نے آواز دی، دیکھا تو اس کے رخسار آنسوؤں سے تر ہیں، اس نے کہا کہ شاہ جی خدا کے لیے بس کرو مجھ میں رونے کی ہمت نہیں۔ شاہ جی فرمایا کرتے تھے کہ میں قرآن کا مبلغ ہوں میری باتوں میں اگر کوئی تاثیر ہے تو وہ صرف قرآن کی وجہ سے ہے۔ جو چیز قرآن سے مجھے الگ کر دے میں اسے آگ لگا دوں۔

۲۱/اگست ۱۹۶۱ء شام چھ بجے برصغیر کا یہ حق گو خطیب اور دلوں کو گرما دینے والا قاری اس دنیا فانی سے رخصت ہو کر مالک حقیقی سے جا ملا۔

اب انھیں ڈھونڈو چراغ رخ زیبا لے کر

وہ ایک عالم، قاری، عارف، خطیب شاعر زعیم قائد اور درویش صفت انسان تھے۔ جن میں قدرت نے بہت سی خوبیاں ودیعت کی تھیں وہ دنیا سے کیا گئے کہ بہت سی خوبیاں رخصت ہو گئیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کبھی مغلوب نہیں ہوں گے (حدیث)

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ رُوَيْمٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَارِعْنِیْ فَقَامَ اِلَیْهِ مُعَاوِیَةُ فَقَالَ یَا اَعْرَابِی اَنَا اُصَارِعُکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَنْ یُّغْلَبَ مُعَاوِیَةُ اَبَدًا فَصَرَعَ الْاَعْرَابِیُّ فَلَمَّا کَانَ یَوْمَ صِفِّین قَالَ عَلِیٌّ لَوْ ذَکَرْتُ هٰذَا الْحَدِیْثَ مَا قَاتَلْتُ مُعَاوِیَةَ.

عروہ بن رویم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ مجھ سے کشتی لڑیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا اے اعرابی! میں تجھ سے کشتی لڑتا ہوں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا“ چنانچہ اعرابی کشتی ہار گیا۔ صفین والے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ (حضرت عروہ سے) فرمانے لگے اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی تو معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کرتا۔

(ابن عساکر، ۵۹/۸۷)

محمد یعقوب خان خواجکزئی

مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا......

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری چند یادگار واقعات

میری پیدائش ۱۹۳۹ء کو ہوئی یعنی پاکستان کے وجود میں آنے سے آٹھ سال پہلے۔ گھر میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا ذکر ہوتا رہتا تھا، والد صاحب حاجی شیر محمد خان شاہ جی کے سامعین میں سے تھے۔ ایک دن بڑی خوشی سے آئے اور والدہ صاحبہ کو کہا کہ شاہ جی نے پچھلی گلی میں مکان لے لیا ہے وہ یہاں آ کر رہائش رکھیں گے۔ چند روز بعد شاہ جی آ گئے، والد صاحب مجھے ساتھ لے کر شاہ جی سے ملنے گئے، شاہ جی نے بڑی محبت و شفقت سے میرے سر پر ہاتھ رکھے اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اس بچہ کی عمر دراز فرمائے اور صالح بنائے۔ یہ بھی فرمایا اور ہنس کر فرمایا کہ اسے احراری بنائیں۔ شاہ جی جانتے تھے کہ ابا جی مسلم لیگی ہیں۔ والد صاحب ہر نماز مسجد عائشہ کوٹلہ تولے خاں میں شاہ جی کے ساتھ پڑھتے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نماز میں رکوع کے بعد آدھا کھڑا ہوا اور فوراً سجدہ میں چلا گیا، شاہ جی نے مجھے بلایا اور فرمایا سیدھا کھڑا ہو کر **سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد** پڑھ کر یہ دعا پڑھا کرو، **حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ**...... پھر سجدہ میں جایا کرو۔ ابا جی عید قربانی کے ایام میں شاہ جی سے ملنے گئے اور میں ساتھ تھا، شاہ جی نے فرمایا خاں صاحب میرے لیے بھی دو بکرے خرید کر لاؤ۔ ابا جی نے فرمایا شاہ جی آپ ساتھ چلیں اور خود ہی پسند کریں۔ شاہ جی ساتھ چل پڑے، راستہ میں (بھٹہ مارکیٹ، کچہری روڈ) تب یہاں کچی دکانیں تھیں اس میں ایک چائے کا ہوٹل تھا، وہاں نور محمد نامی ایک شخص آیا اور شاہ جی سے کہا کہ آپ کو موت کے تختہ سے کس نے بچایا؟ شاہ جی نے فرمایا: لدھا رام نے۔ اس شخص نے کہا وہ تو کافر ہے، پھر مزید کچھ لفظ توہین کے کہے، مجھے یاد نہیں۔ ساتھ کھڑے ایک شخص نے ذرا اس کو سخت الفاظ کہے تو شاہ جی نے فرمایا: ''لدھا رام سرکاری رپورٹر تھا اور میں نے عدالت میں اس سے پوچھا کہ مرنا ہے سچ بتاؤ، جو لفظ آپ نے لکھے ہیں۔ میری تقریر یہی تھی؟ اس نے کہا کہ مجھے لکھوائی گئی ہے جس پر عدالت نے مجھے بری کر دیا۔ یہ جملے کہہ کے شاہ جی نے فرمایا کہ چلو اسے کچھ نہ کہو۔ ہم سب شاہ جی کے ساتھ آگے گھنٹہ گھر گئے وہاں سے شاہ جی نے دو بکرے خریدے، ابا جی نے بھی دو بکرے خریدے۔ واپس آ رہے تھے تو ابا جی نے کہا کہ آپ نے بکریاں کیوں نہیں خریدیں؟ شاہ جی مسکرائے اور فرمایا! خان جی بکریاں حرام نہیں، اسماعیل علیہ السلام نر تھے۔ اس لیے میں ہمیشہ نر خرید کرتا ہوں۔ واپسی پر بھٹہ مارکیٹ پہنچے تو نور محمد نے پھر آ کر وہی سوال کیا کہ شاہ جی تجھے موت کے تختہ سے کس نے بچایا؟ شاہ جی نے فرمایا جھلیا بڑا توحیدی بنا پھرتا ہے۔ بتا اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو بچائے۔ تو نے کہا کس نے بچایا؟ میں نے کہا لدھا رام نے۔ وہ نادم ہوا اور شاہ جی سے معافی

مانگنے لگا۔ شاہ جی نے فرمایا میں ناراض نہیں ہوں، تجھے سمجھانا مقصود تھا۔ پھر اس نے کہا کہ ایک پیالی چائے ضرور پیئیں اور ایک کرسی لا کر دی، شاہ جی بیٹھ گئے، چائے آ گئی، شاہ جی نے نوش فرمائی اور فرمایا اب راضی ہے؟ اس نے کہا میں ناراض ہوں۔ شاہ جی نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا قرآن سناؤ۔ شاہ جی فوراً کھڑے ہوئے اور قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کیں۔ پھر فرمایا اب خوش ہو؟ اس نے کہا جی اب خوش ہوں۔ پھر گھر آ گئے۔ شاہ جی کا معمول تھا عید الفطر میں اذانوں کے وقت سویاں لے کر دروازے پر آتے میں باہر جاتا تو مجھے سویاں دیتے اور فرماتے کہ خان کو جا کر کہو شاہ جی کہتے ہیں کہ میرا نمبر ہو گیا۔ بقول ابا جی ایک دفعہ شاہ جی کو حضرت خواجہ نظام الدین (رحمہ اللہ) تونسہ شریف والوں نے دعوت دی، خواجہ نظام الدین ابا جی کے پیر تھے۔ شاہ جی نے ابا جی سے فرمایا کہ میں تونسہ جا رہا ہوں چلنا ہے؟ ابا جی تیار ہو گئے۔ خواجہ صاحب، شاہ جی کو حضرت خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر لے گئے۔ شاہ جی فاتحہ پڑھ رہے تھے کہ حضرت خواجہ نظام دین نے فرمایا، دادا جی وہابی آ گیا ہے۔ شاہ جی نے فاتحہ سے فارغ ہو کر فرمایا یہ بدل گیا ہے اسے توحید سمجھانے آیا ہوں۔ کھانے کے لیے ہال کمرہ میں بیٹھے تھے کہ خواجہ صاحب نے فرمایا شاہ جی آپ قوالی کے کیوں مخالف ہیں؟ شاہ جی نے فرمایا آپ پیر بھی ہیں اور آپ نے مدرسہ بھی بنایا ہوا ہے۔ عالم اور کتابیں موجود ہیں، مجھے ثابت کر دیں میں خود قوالی کروں گا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو لڑکیوں نے دف بجائی اور یہ اشعار پڑھے

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وَجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داعِ
جئتَ شَرَّفْتَ المدینۃ
مرحبا یا خیر داع

شاہ جی مسکرائے اور فرمایا کہ اتنے بڑے پیر ہو یہ نہ سمجھ سکے کہ اللہ نے کسی عورت کو نبی نہیں بنایا اور آپ لڑکیوں کے فعل کو دین سمجھ بیٹھے۔ قوالی مذہب میں جائز ہوتی تو ابوبکرؓ طبلہ بجاتے، عمرؓ تالی بجاتے، عثمانؓ سارنگی بجاتے، علیؓ چمٹا بجاتے اور حضرت حسانؓ درمیان میں بیٹھ کر مدحِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُمِرْتُ بمحق المزامیر. میں آلاتِ موسیقی مٹانے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

شاہ جی کا یہ جواب سن کر خواجہ صاحب خاموش ہو گئے۔

ایک دفعہ ابا جی گھر کے باہر کونے پر بیٹھے تھے کہ شاہ جی آ کر کھڑے ہوئے اور ابا جی سے باتیں شروع کیں تو ابا جی نے پوچھا مسئلہ شہید گنج (تحریک مسجد شہید گنج ۱۹۳۵ء) میں جو شہید ہوئے ہیں ان کا بوجھ کس پر ہے؟ شاہ جی نے فرمایا وہ سارا بوجھ مجھ پر ہے اور میں مطمئن ہوں۔ اطمینان قلب ہے۔

خواجہ صاحب نے پوچھا کہ آپ نے پاکپتن کی موری کو جہنم کی موری کہا ہے؟ اخبار میں آیا ہے۔ شاہ جی نے فرمایا

اس دفعہ پاکپتن کے عرس کا ٹھیکہ ایک ہندو کو دیا گیا ہے۔ ہندو کو موری کی چابی بھی دے دی ہے جس پر میں نے کہا کہ جنت کی موری کی چابی ہندو کے ہاتھ میں؟ اخبار نے غلط خبر لگائی ہے۔ تا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو جائیں۔ ساتھ ہی فرمایا جنت کے دروازے پر فرشتے جنتی کا استقبال کریں گے اور جہنم کے فرشتے جہنمیوں کو درّے مار کر اندر داخل کریں گے اور جہنم کے اندر پھر درّے مارے جائیں گے۔ دلیل قرآن کی اس آیت سے دی۔ وسیق الذین کفروا الی جهنم زمرا.

آخری بات میری بیٹی کے نکاح پر جانشین امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ داتا کی وضاحت فرماتے ہوئے شاہ جی کا نام لیا اور فرمایا کہ امیر شریعتؒ نے لفظ داتا کا مطلب یوں بیان فرمایا۔ ''داتا وہ ہے جو دینے پر آئے تو کوئی اسے روک نہ سکے اور نہ دینے پر آئے تو کوئی لے نہ سکے۔ عزت، ذلت، اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (آل عمران، آیت:۲۶)

ترجمہ: کہو کہ اے اللہ (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے، ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور میری اولاد کو اس گھرانے سے وابستہ رکھے۔ (آمین)

ابو معاویہ رحمانی چوہان

حافظ عبدالرحیم نیاز چوہان رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۱۹۵۶ء، تقریباً ایک سال کے تھے کہ ۱۹۵۷ء میں والد بزرگوار کی رحلت ہوگئی اور والد کی شفقت سے محروم ہوگئے اور والدہ ماجدہ نے پرورش کی۔ قرآن مجید کی تعلیم مدرسہ شمس العلوم بستی مولویان میں حاصل کی۔ آپ تیرہ برس کے تھے کہ ۱۹۶۹ء میں والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ اس وقت آپ قرآن مجید حفظ کر چکے تھے اور ابتدائی فارسی کی کتب حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شروع کر چکے تھے۔

۱۹۶۷ء میں قائد احرار جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ میزبانِ احرار مولانا قمر الدین و قلندر احرار مولانا صالح محمد کی کوششوں سے بستی مولویان تشریف لائے۔ آپ کو لاری اڈا شاہی چوہان سے ایک فقید المثال جلوس کی شکل میں بستی مولویان لایا گیا، اس جلوس میں راقم الحروف اور حافظ صاحب مرحوم و مغفور شریک تھے۔ ہمیں مولانا صالح محمد نے فرمایا تھا کہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تشریف لا رہے ہیں تم حضرت کے قریب رہنا۔ حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ میری نظر جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رخِ انور پر پڑی تو یہ نورانی چہرہ دیکھ کر میں آپ حضرت کا گرویدہ ہوگیا اور آپ حضرت کی شفقت اور نظرِ کرم نے یہ اثر کیا کہ پھر زندگی بھر کسی دوسری طرف نہ دیکھا۔ ساری زندگی احرار سے ہی وابستہ رہے اور ایک سچے کارکن کی طرح مجلس احرارِ اسلام سے لگا وٗ رہا۔

۱۹۷۲ء میں مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مدرسہ قاسم العلوم گھوٹکی، سندھ چلے گئے۔ گھوٹکی میں استاد محترم مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش سے قائد احرار جانشین امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطاب ہوا جس کے انتظام و انصرام میں حافظ صاحب نے کارکن کی حیثیت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ گھوٹکی سے واپس آ کر اپنے استاد محترم کے ہمراہ مدرسہ شمس العلوم بستی مولویان میں موقوف علیہ تک تعلیم حاصل کی۔ چونکہ اب حضرت جانشین امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی ہوگئی تھی اس لیے اپنے نام کے ساتھ ملنگ احرار لکھنا شروع کیا، ایک دن مدرسہ کے مہتمم صاحب نے حافظ صاحب کے نام کے ساتھ ملنگ احرار لکھا ہوا دیکھا تو حافظ صاحب کو بلا کر سمجھایا اور کہا کہ اپنے نام کے ساتھ ملنگ لکھنا درست نہیں کیونکہ ملنگ تو بھنگی، چرسی اور رافضی کہلاتے ہیں لہٰذا تم آئندہ ملنگ نہ لکھا کرو۔ حافظ صاحب نے اُنھیں جواب دیا یہ ٹھیک ہے کہ ملنگ تو بھنگی، چرسی اور رافضی کہلاتے ہیں لیکن میں عام ملنگ نہیں ملنگ احرار ہوں اور اسی پر فخر ہے۔

اس کے بعد حافظ صاحب مجلس احرار اسلام کے عملی کارکن کی حیثیت سے جماعتی امور میں شریک ہوگئے اور جرنیل احرار حافظ محمد اکبر کے کہنے پر دفتر مجلس احرار اسلام رحیم یار خان میں بطور ناظم دفتر رہنے لگے اور جماعتی امور کو بخوشی

اور دیانت داری سے سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۷۴ء میں ختمِ نبوّت کی تحریک چلی تو حافظ صاحب اپنے استادِ محترم مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ و دیگر اراکین جماعت کے ساتھ ختمِ نبوّت کے لیے گرفتاری پیش کی اور جیل بھی گئے۔ یوں حافظ صاحب نے اپنا نام اسیرانِ ختمِ نبوّت میں شمار کرایا۔ ۱۹۷۶ء میں جب مجلس احرار اسلام کے قائدین نے چناب نگر (ربوہ) میں مسجد احرار کے سنگ بنیاد رکھا تو ضلع رحیم یار خان احرار کے قافلہ میں حافظ صاحب بھی رواں دواں تھے۔ جب ہم گھر سے روانہ ہوا چاہتے تھے تو ہمیں اپنے چچا مولانا صالح محمد نے اپنے گھر بلوا کر الوداع کیا۔ چند روٹیاں دیں اور خشک راشن بھی دیا اور نصیحت کی کہ یہ راشن ساتھ رکھیں سفر میں کام آئے گا۔ اور فرمایا کہ وہاں جا کر ہمت سے حضرات شاہ صاحبان کا ساتھ دینا اور پوری ہمت و استقامت کا ثبوت دینا۔ وہاں سے پیچھے نہیں ہٹنا اگر پیچھے ہٹے یا بزدلی کا ثبوت دے کر بھاگے تو پھر یاد رکھو کہ پھر واپس گھر نہیں لوٹنا۔ الحمدللہ قافلۂ احرار روانہ ہوا اور سب سے پہلے چنیوٹ دفتر میں سابقون الاوّلون کا نام پایا۔ کچھ دیر چنیوٹ کے دفتر میں آرام کیا، پھر حالات کی نزاکت کو بھانپ کر دفتر احرار سے کوچ کیا۔ چناب نگر (ربوہ) کو پولیس اور سرکاری مشینری نے گھیر رکھا تھا، چھپ چھپا کر یہ قافلہ تھوڑا تھوڑا ہو کر منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گیا اور آبادیوں سے گزر کر الحمدللہ ہم مسجد احرار کی جگہ تک پہنچ ہی گئے۔ اس سارے سفر میں حافظ صاحب نے اپنی جرأت اور جواں مردی کا ثبوت دیا۔

۱۹۷۸ء بدلی شریف میں مولانا پیر سید غلام سرور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی جامع مسجد پر بعض شرپسند عناصر اور قبضہ گروپ نے ہنگامہ کیا اور قبضہ کرنے کی کوشش کی تو اس ہنگامہ میں حافظ محمد اکبر اور دیگر احرار کارکنوں کے ہمراہ حافظ صاحب بھی ان شرپسندوں کے مقابلہ میں پیش پیش تھے اور دلیری و ہمت کے ساتھ قبضہ گروپ کا مقابلہ کیا۔ بالآخر احرار رضا کاروں نے ان شرپسندوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

۱۹۸۱ء میں واپڈا اسکارپ میں ملازمت اختیار کی اور مسجد کے امام و مؤذن مقرر ہوئے اور پوری پابندی کے ساتھ ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے اور ہمہ وقت وہاں کالونی میں رہنے لگے، سرکاری ڈیوٹی کے ساتھ ساتھ جماعتی کام بھی پوری ذمہ داری کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے جو کہ مجھے حافظ صاحب نے خود سنایا کہ یہاں کالونی کے افراد نے مجھے جماعت کے لیے قربانی کے موقع پر کچھ رقم قیمت چرمِ قربانی کی مد میں دی۔ اور میں نے وہ رقم بذریعۂ ڈاک حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں روانہ کر دی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں دورہ پر تشریف لائے تو مجھے بلا کر اپنی جیب سے وہ رقم نکال کر دی جو کہ آپ نے علیحدہ رکھی ہوئی تھی، اور فرمایا کہ زکوٰۃ، صدقات اور چرمِ قربانی کی رقم جو حضرات دیں وہی نوٹ مرکز تک پہنچنے چاہئیں، ڈاک میں نوٹ تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اب ایسا کرو جن

حضرات نے رقم دی تھی، یہ رقم ان کے ہاں لے جاؤ اور ان کو کہو کہ اب دوبارہ ان نوٹوں پر نیت کرو، پھر یہ رقم مجھے آکر دو۔ حافظ صاحب کا کہنا تھا کہ میں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق یہ رقم ان دینے والے حضرات کے پاس لے گیا اور ان کو سارا قصہ سنایا اور پھر دوبارہ ان نوٹوں کو ان کے قبضہ میں دے کر پھر نیت کرائی، تب جا کر حضرت شاہ صاحب نے یہ رقم قبول کی۔

۱۹۹۴ء میں رحیم یار خان سے بہاول نگر تبادلہ ہو گیا۔ وہاں جا کر حافظ صاحب نے وہاں کے مقامی کارکنانِ احرار سے رابطہ قائم کیا اور وہاں جماعتی احباب میں گھل مل گئے۔ کچھ عرصہ بعد بہاول نگر سے آپ کا گوجرانوالہ تبادلہ ہو گیا، وہاں جا کر بھی حافظ صاحب نے مرکزی دفتر سے گوجرانوالہ شہر کے احباب کے اسماء گرامی و پتہ جات حاصل کیے اور ان جماعتی احباب سے ملے اور پھر ان میں گھل مل گئے۔ ۱۹۹۹ء تک آپ گوجرانوالہ میں رہے پھر وہاں سے آپ نے ریٹائرمنٹ لے لی اور گھر آ گئے۔ گھر رہ کر مسجد کی خدمت کے بغیر اداس اداس رہنے لگے، آخر آپ کی نگاہِ انتخاب مسلم چوک کے۔ ایل۔ پی روڈ کی ایک کچی اور چھوٹی سی مسجد پر پڑی اور اس کو آباد کرنے کی ٹھان لی۔ کچھ عرصہ تو اسی کچی مسجد میں نماز پڑھاتے رہے جب لوگوں کا رجحان بڑھنے لگا تو اس مسجد کو فراخ کر کے نئے سرے سے تعمیر کا ارادہ کیا، پھر رقبہ کے مالک ملک حمید انور سے ملے اور انہیں اپنا مدعا پیش کیا۔ ملک حمید انور نے فراخ دلی کا ثبوت دیا اور کہا کہ حافظ صاحب مسجد فراخ دلی کے ساتھ تعمیر کرائیں اور جتنی زمین تصرف میں لائیں آپ کو اجازت ہے۔ پھر حافظ صاحب نے محض اللہ کے توکل پر مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا اور اپنے شیخ و مربی حضرت پیر جی ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری سے وقت لے کر ۲۰۰۵ء میں مسجد ختمِ نبوّت کی بنیاد رکھوائی اور مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ دن رات ایک کر کے خون پسینہ لگا کر مسجد کی تعمیر مکمل کرائی، آپ نے مسجد کا نام ختمِ نبوّت تجویز کیا اور تختی بھی لگا دی۔ لیکن یہ نام بعض لوگوں کو پسند نہ آیا، انھوں نے مخالفت شروع کر دی لیکن حافظ صاحب اللہ کی توفیق سے ثابت قدم رہے اور مسجد اسی نام سے ہی موسوم رہی۔ حافظ صاحب کی دلی مراد پوری ہو گئی اور مسجد کی آبادی کے لیے مسجد میں ہی حاضر باش رہنے لگے۔ رمضان المبارک میں بڑے اہتمام سے تراویح خود پڑھاتے، رات گئے تک مسجد میں رہتے، رات کو کچھ وقت کے لیے گھر جاتے جو کہ تقریباً پانچ کلومیٹر فاصلے پر تھا، پھر سحری کے وقت مسجد آ جاتے اور لوگوں کو سحری کے لیے بیدار کرتے۔ بڑی پابندی اور دلجمعی کے ساتھ مسجد میں حاضر رہتے۔

دو سال قبل ایک دن آپ رحیم یار خان گئے تو بر سرِ راہ ایک ہسپتال میں گئے اور ڈاکٹر سے کہا کہ مجھے کئی روز سے سر میں چکر میں آتے ہیں اور تھوڑا درد بھی رہتا ہے، کوئی دوائی دے دیں۔ جب ڈاکٹر نے بلڈ پریشر چیک کیا تو وہ ہائی تھا، ڈاکٹر نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ حافظ صاحب نے کہا کہ اور کوئی نہیں میں اکیلا ہی ہوں۔ ڈاکٹر نے دوسرا سوال کیا کہ کس چیز پہ آئے ہو تو حافظ صاحب نے کہا موٹر سائیکل پہ ہوں۔ میں بیمار تھوڑا ہی ہوں، میں تو ویسے عام سر

درد کی دوائی لینے آ گیا ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا کہ نہیں آپ فوری طور پر یہیں لیٹ جائیں، آپ کا بلڈ پریشر ہائی ہے، آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ دو تین گھنٹے ڈاکٹر نے آپ کو ہسپتال میں سلائے رکھا اور پھر ڈاکٹر نے آپ کو موٹر سائیکل چلانے سے منع کر دیا اور آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ راقم الحروف کو یوں ہی آپ کی بیماری کا پتا چلا۔ گھر آ کر مجھے خود حافظ صاحب نے بتلایا کہ مجھے ڈاکٹر نے بلڈ پریشر کا مریض بنا دیا اور آرام کا مشورہ دیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بلڈ پریشر یہاں بھی چیک ہوسکتا ہے، لہٰذا آپ روزانہ یہاں سے چیک کرالیا کریں۔ بھائی صاحب نے کہا میں اگر روزانہ چیک اپ شروع کرا دیا تو پھر میں مستقل مریض بن جاؤں گا، چنانچہ آپ نے اپنے مرض پر کوئی توجہ نہ دی۔ ایک دن گھر سے سبزی لینے کے لیے دکان پر گئے تو دکان پر آپ کو چکر آیا تو آپ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے اٹھایا۔ فوری طور پر بلڈ پریشر چیک کرایا تو آپ کا بلڈ پریشر بہت ہی ہائی تھا۔ لوگوں نے ہی گھر پہنچایا۔ اس کے بعد آپ مستقل بیمار ہو گئے۔ پھر چیک اپ کرایا تو ڈاکٹر نے کہا کہ حافظ صاحب کے دونوں گردے متاثر ہو گئے ہیں تقریباً نوے فیصد خراب ہو چکے ہیں لہٰذا فوری طور پر گردوں کے ڈاکٹر کے پاس جائیں۔ میں نے اپنے شیخ و مربی حضرت پیر جی دامت برکاتہم سے رابطہ قائم کر کے صورت احوال سے مطلع کیا اور مشورہ چاہا۔ آپ حضرت نے فرمایا کہ تم جناب حافظ سید محمد معاویہ بخاری صاحب سے رابطہ قائم کرو، آپ تمھیں ڈاکٹر کے بارے میں معلومات دیں گے۔ میں نے آپ سے رابطہ کیا تو آپ نے بہاول پور کے ڈاکٹر ممتاز رسول صاحب کا نام بتایا اور خود انھیں فون کر کے حافظ صاحب کے لیے وقت وغیرہ لیا۔ ہم حافظ صاحب کو بہاول پور لے گئے اور ڈاکٹر ممتاز رسول کو دکھایا، انھوں نے ٹیسٹ کرائے اور بتلایا کہ واقعی گردے بہت متاثر ہو چکے ہیں۔ علاج شروع کریں ان شاء اللہ العزیز ٹھیک ہو جائیں گے۔ ایک سال تک ان کا علاج کرایا کچھ افاقہ ہوتا پھر تکلیف بڑھ جاتی اور ساتھ ہی بلڈ پریشر تیز رہنے لگا۔ رحیم یار خان سے ایک سپیشلسٹ ڈاکٹر سے بلڈ پریشر کا علاج شروع کرایا، دو تین ماہ کے متواتر علاج اور دوائی سے بلڈ پریشر کنٹرول ہوا، پھر اسی ڈاکٹر کے مشورہ سے بہاول پور سے گردوں کا علاج شروع کیا۔ دو تین ماہ دوائی لی لیکن کوئی خاص فرق نہ ہوا اور ساتھ ہی پھر بلڈ پریشر تیز ہو گیا۔ اب مرض بھی بڑھ گیا اور مایوسی بھی شروع ہو گئی۔

ایک دن حضرت سید محمد کفیل بخاری صاحب نے فرمایا کہ یہاں ملتان لے آؤ، پھر ملتان لے گئے اور ڈاکٹر رفیق انجم صاحب سے چیک اپ کرایا۔ ڈاکٹر نے مجھے علیحدگی میں کہا کہ گردے بالکل ختم ہو چکے ہیں۔ اب ڈائلسز کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں۔ حضرت شیخ صاحب کے مشورہ سے رحیم یار خان سے ڈائلسز کرانے کا طے ہوا اور واپس آ گئے پھر بھائی صاحب ڈائلسز کرانے کا کہا تو بھائی صاحب نہ مانے اور کہا کہ ڈائلسز کے علاوہ دوسرا علاج جاری رکھیں۔ علاج بسیار کے باوجود کوئی افاقہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ ہو گیا۔ ایک دفعہ سکھر ڈاکٹر ادیب رضی کے ہاں لے گیا جو گردوں کی بطورِ خاص ہسپتال ہے۔ انھوں نے ٹیسٹ کیا تو کہا کہ گردے بالکل ختم ہو چکے ہیں اب صرف اور صرف ڈائلسز

والا علاج باقی ہے۔ باقی سب علاج ختم ہو چکے ہیں، ڈائلسز کے لیے بھائی نہ مانے، پھر وہاں سے بھی واپس لے آیا اور مرض بڑھ گیا، اور خود حافظ صاحب بھی اب علاج سے مایوس ہوگئے اور اپنے اکلوتے بیٹے محمد مغیرہ کو گاہ بگاہ نصیحت و وصیت کرتے رہتے اور کہتے کہ بیٹا اب میری زندگی چند ایام کی ہے بس اپنے گھر ماں اور بہنوں کا خیال رکھنا۔ عزیزی ہر وقت روتا رہتا لیکن کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ بلڈ پریشر تیز رہنے لگ پڑا اور ساتھ ہی سانس کی تکلیف شروع ہوگئی۔ آخر کار ۲۲ر فروری کو حافظ صاحب کا پہلا ڈائلسز ہوگیا اور دو دن متواتر ہوتا رہا اور دو دن حافظ صاحب نیم بے ہوش رہے۔ تیسرے دن حافظ صاحب کو ہوش آیا اور ڈاکٹر نے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ پھر ۲۶ر فروری کو دوبارہ واپس آنے اور ڈائلسز کرانے کا پابند کیا۔ دو دن گھر میں رہے اور ۲۶ر فروری کو پھر لے گئے، ڈائلسز ہوا، اب طبیعت کچھ سنبھل گئی۔ ہر چوتھے دن ڈائلسز ہوتا رہا، کچھ عرصہ کے لیے حافظ صاحب ٹھیک ہوگئے اور چلنا پھرنا بھی شروع ہوگیا اور بھوک لگنا بھی شروع ہوگئی۔ ایک دن اپنے بیٹے محمد مغیرہ کو کہا مجھے اپنے بھائیوں کے گھر لے چلو، موٹر سائیکل پر عزیزی انھیں بڑے بھائی صاحب کے گھر لے گیا، واپس پر مغرب کو میرے گھر تشریف لائے، میں نے جب بھائی کو اپنے گھر دیکھا تو خوشی کی انتہا ہوگئی۔ کچھ دیر بیٹھے رہے پھر یہاں سے اپنی بیٹی کے گھر جانے کا ارادہ کیا لیکن اٹھتے وقت اچانک طبیعت خراب ہوگئی اور سانس کی تکلیف ہو گئی، پھر اپنے گھر چلے گئے۔ تین گھنٹے بعد آپ کی طبیعت سنبھل گئی، دو دن بعد عزیزی محمد مغیرہ کو کہا کہ طبیعت ٹھیک ہے مجھے اپنے دیرینہ دوست مولوی محمد اکرم کے گھر گھوٹکی لے چلو تاکہ میں ان کو حسب سابق ان کے گھر جا کر مل آؤں۔ دوسرے دن عزیزی مغیرہ گھوٹکی سندھ لے گیا اور اپنے احباب کو جا کر ملے۔ واپسی پر برادرم مولوی نور اللہ صاحب کو کہا کہ مجھے صاحبزادگان بھرچونڈی شریف کی خدمت میں لے چلو کہ ان کی زیارت کرتا چلوں۔ برادرم صاحب نے آپ کو ڈہرکی لے جا کر صاحبزادگان بھرچونڈی شریف سے ملوایا۔ گو یہ ملاقات بالکل مختصر تھی کہ آپ گاڑی میں بیٹھے رہے۔ صاحبزادگان سے معذرت کر کے ملے اور واپس گھر آ گئے۔ دوسرے دن آپ کو بخار ہوگیا، پھر رحیم یار خان سے دوائی لے آئے۔ ایک دن اس دوائی سے فاقہ ہوا پھر دوسرے روز دوبارہ بخار ہوگیا اور قے بھی شروع ہوگئی۔ اس کے ساتھ بہت کمزوری ہوگئی۔ شام کو ڈائلسز کا وقت مقرر تھا رات کو ڈائلسز کرایا۔ رات کو دو بجے واپس گھر آئے بہت ہی نحیف ہوگئے تھے۔ ۲۲ر اپریل صبح کو جب میں آپ کے گھر گیا تو آپ پر ڈائلسز کی وجہ سے غنودگی طاری تھی، میں نے جسم کو ہاتھ لگایا تو جسم کا ایک حصہ ٹھنڈا تھا اور ایک حصہ گرم تھا۔ بلڈ پریشر چیک کرایا تو بہت ہائی تھا، فوری طور پر آپ کو رحیم یار خان ہسپتال میں لے گئے، وہاں پر پہنچے ہی تھے کہ فرشتۂ اجل انتظار میں تھا اور ایک دو سانس جو باقی تھے وہ پورے ہوگئے۔ اب کسی ڈاکٹر کا بس نہ چل سکتا تھا اور فرشتہ نے یہیں پر زندگی کا رجسٹر بند کر دیا اور آپ ہمیشہ کے لیے سو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عزیزی محمد مغیرہ کو دلاسا دیا اور پرنم آنکھوں کے ساتھ ایمبولنس کا انتظام کیا اور آپ کو اپنی تیار کردہ جامع مسجد سے گزار

کر گھر لایا گیا۔ دوست احباب پس گران و برادری میں آپ کی وفات کی خبر پہنچتی گئی لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ حضرت شیخ پیر جی دامت برکاتہم کو حافظ صاحب کی وفات کی خبر دی۔ آپ حضرت نے بڑے دکھ کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ سید محمد کفیل بخاری صاحب کو جنازہ کے لیے روانہ کرتا ہوں۔ سید محمد کفیل بخاری صاحب کے مشورہ سے مغرب کی نماز کے متصل بعد جنازہ کا وقت مقرر ہوا۔ مغرب تک لوگوں کا ایک جم غفیر اکٹھا ہوگیا اور بعد نماز مغرب سکول کے گراؤنڈ میں باوفا وباکردار احرار رضا کار کا جنازہ پرچم احرار میں لپٹا ہوا آخری دیدار کے لیے رکھ دیا۔ لوگ اپنے بھائی اپنے امام اور ایک احراری کا آخری دیدار کرنے لگے۔

اس موقع پر سید محمد کفیل بخاری نے مختصر اور جامع تعزیتی کلمات کہے اور فرمایا کہ حافظ عبدالرحیم نیاز مجلس احرار اسلام کا قیمتی اثاثہ تھے۔ حافظ صاحب چالیس برس سے مجلس سے وابستہ تھے اور ہمیشہ جماعت کا ثابت قدمی کے ساتھ دیا، سیاسی و جماعتی تغیرات ان کو احرار سے وابستگی کو متزلزل نہ کر سکے۔ آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب جہاں بھی رہے اپنی جماعتی شناخت کے ساتھ رہے، کبھی کسی کو تکلیف نہیں اور اَلْـمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ کا مصداق تھے۔ ان مختصر کلمات کے بعد سید محمد کفیل بخاری نے جنازہ پڑھایا۔ سکول کا گراؤنڈ احراری کے جنازہ کے وقت تنگ نظر آنے لگا۔ حضرت کی نیک دعاؤں کے ساتھ جنازہ اپنی آخری منزل گاہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ کچھ دیر بعد احراری کا جنازہ پرچم احرار کے سائے تلے اپنے آبائی قبرستان میں پہنچ گیا اور آپ کو ہمیشہ کے لیے شہرِ خموشاں میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

حافظ صاحب ایک ملنسار اور بے ضرر انسان تھے کسی اپنے پرائے کے ساتھ بغض نہیں رکھتے تھے۔ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دین اور اہلِ دین کے ساتھ لگاؤ ایسا ہوا کہ اپنا رقبہ ہونے کے باوجود کبھی اپنے رقبہ پر جا کر دیکھ بھال نہیں کی اور نہ ہی کبھی کسی مزارعہ کو کوئی کاشتکاری کا کام بتلایا۔ یہ سب کام اُن کے بڑے بھائی صاحب نبھاتے رہے پھر آپ نے اپنے بیٹے محمد مغیرہ کو سب کچھ سونپ دیا۔ حافظ صاحب کا کچھ رقبہ دور تھا، ایک دن مجھے کہنے لگے میرے حصہ کا جو رقبہ ہے اس کا محل وقوع تو مجھے دکھلا آؤ۔ میں آپ کو وہاں لے گیا اور بتلایا کہ یہ رقبہ تمھارے حصہ کا ہے۔ بس پھر وہی دن ہوگیا دوبارہ اپنے رقبہ پر نہ گئے اور وہ رقبہ مستاجری دے دیا۔ بس صرف دینی، جماعتی اور مسجد کے کام میں ہمہ وقت مصروف رہے اور یوں ہی اپنی زندگی گزار دی۔

میں نے حافظ صاحب کو دو حدیثوں کا مصداق پایا۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتے ہیں۔ حافظ صاحب نے محض اللہ کی رضا کی خاطر مسجد بنائی کسی سے کوئی طمع نہ کیا اور محض اللہ کی رضا کی خاطر آخر دم تک اس پر قائم رہے اور آخر دم تک مسجد آبادی کا خیال رکھا۔ باوجود بیماری کے ان کا دل ہمیشہ مسجد کی آبادی کی طرف رہا۔ حتیٰ کہ دوائی لے کر رات ایک دو بجے بھی کبھی واپس آئے تو مسجد کے قریب سواری رکوا کر اپنے بیٹے کو بھیجتے کہ جاؤ مسجد کو سنبھال کر آؤ۔ مسجد کا کوئی فالتو بلب تو نہیں جل رہا، مسجد کو تالا لگا ہوا ہے یا نہیں۔

دوسری حدیث شریف کا مفہوم کہ مومن کی علامت ہے کہ اس کا دل ہمیشہ مسجد میں ہی لگا رہے۔ چاہے وہ اپنے دنیاوی کام میں مصروف ہو اس کا دل ہمیشہ مسجد کی طرف اٹکا رہے۔ یعنی دوسری نماز کے لیے مسجد میں جانے کے لیے بے تاب رہے۔ یہ وصف حافظ صاحب میں تھا، چاہے جہاں کہیں بھی ہوتے جوں ہی نماز کا وقت قریب ہوتا آپ وہاں سے روانہ ہو کر مسجد میں پہنچتے۔ وضو کے پانی کا انتظام کرنا، صفیں بچھانا وغیرہ اُن کا معمول تھا۔

ایک اور حدیث شریف ہے کہ **مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِی عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُهٗ مِأَةَ شَهِیْد**. (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جس نے میرے طریقے کو مضبوطی سے تھام لیا میری اُمّت کے فساد اور بگاڑ کے وقت اس کے لیے سو شہید کا ثواب ہے۔

اس حدیث کے بھی حافظ صاحب سچے مصداق تھے کہ اپنے بیٹے اور بیٹی کی شادی کے وقت برادری کے مروجہ رسومات اور رواج کو سختی سے منع کیا اور اسی پر مستحکم رہے اور مجھے بھی مستحکم کر دیا۔ ایک دو آدمی برادری کے مروجہ طریقے اور رسومات کرنے کے لیے کچھ نرمی کا کہا تو حافظ صاحب اور زیادہ سختی سے پیش آئے اور جبل استقامت ثابت ہوئے۔ اور فرماتے تھے کہ جب ہم خود ان رسومات کو سختی سے بند نہ کریں گے تو دوسروں کو کیسے روکیں گے۔ اپنے بیٹے اور بیٹی کی شادی پر کوئی رسم نہ ہونے دی۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ **مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِیْ الْجنَّةِ**. (ترمذی)

ترجمہ: جس نے میرے طریقے سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث کے مصداق کے تحت بھی اللہ کی رحمت کی امید واثق ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حافظ صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرماویں گے۔ ان شاء اللہ

سچی بات ہے کہ حافظ صاحب میرے صرف بھائی ہی نہ تھے بلکہ میرے دست راست تھے۔ ہمیشہ میرا ساتھ دیتے، جماعتی امور میں مجھے ان کے ساتھ کا فخر رہتا، اب میں اپنے آپ کو اکیلا محسوس کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور یہ اکیلا پن ختم ہو۔

ٹپک پڑتے ہیں آنسو جب بھائی کی یاد آتی ہے
یہ وہ برسات ہے جس کا کوئی موسم نہیں ہوتا

❁ ❁ ❁

پروفیسر خالد شبیر احمد　　قسط: ۳۸

ورق ورق زندگی

اشتراکیوں سے معرکہ آرائی:

بہاول پور قیام کے دوران اشتراکی دوستوں سے خوب بحث وتمحیص بھی ہوتی رہی۔ ایک بار کالج کے دوستوں نے مجھ سے کہا کہ اردو کا ایک پروفیسر رشید الزماں تبدیل ہو کر ہمارے کالج میں آ رہا ہے۔ وہ جس کالج میں جاتا ہے اشتراکیت کا مبلغ بن کر جاتا ہے اور دین واہلِ دین کے خلاف ایک مہم شروع کر دیتا ہے۔ اس نے کئی کالجوں میں یہ کام بڑی کامیابی کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔ میں نے جواباً دوستوں سے کہا کہ اُسے آنے دو دیکھا جائے گا۔ ایک دن وہ صاحب شعبۂ اردو میں تبدیل ہو کر آ گئے اور طیب صاحب کے کمرے میں ہمارے ساتھ بیٹھنا بھی شروع کر دیا۔ انتہائی ملنسار، دھیمے انداز میں بات کرتے اور پھر اس کے علاوہ اپنے مشن کے بڑے پختہ پرچارک بھی تھے۔ اٹھتے بیٹھتے کوئی نہ کوئی ایسی دین مخالف بات کر جاتے جس کا جواب دینا ضروری ہوتا۔ جب اُنہیں اُن کی بات کا منہ توڑ جواب میری طرف سے ملتا تو مجھے دوستوں سے بہت داد ملتی۔ کچھ وقت گزرا تو انھوں نے کالج کی کنٹین اور شہر کے مختلف ہوٹلوں میں اپنے چنیدہ طلباء کو اشتراکیت پر تبلیغی لیکچر دینے شروع کر دیے۔ مجھے اس کی اطلاع ملی تو میں نے بھی اپنے کمرے میں اپنے چند طلباء جن سے مجھے اُنس تھا اور جو میرے قریب تھے یا مجھے اپنے پسندیدہ اساتذہ میں شمار کرتے تھے، اکٹھے کرنے شروع کر دیے اور ایک خصوصی پیریڈ شروع کر دیا۔ یہ پیریڈ جب کالج کا وقت ختم ہو جاتا تھا تو پڑھا جاتا تھا۔ میں نے مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب ''اُمّ الکتاب'' انھیں سبقاً پڑھانا شروع کر دی اور ساتھ ہی اشتراکیت کے دین دشمن فلسفے کے دلائل اور ان کے محاکے سے بھی روشناس کرانا شروع کر دیا۔ رشید الزمان کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ ایک دن میرے کمرے میں آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ یار خالد شبیر یہ تم کالج ٹائم کے بعد کون سا پیریڈ لیتے ہو۔ میں نے جواباً کہا یہ وہی پیریڈ ہے جو تم اشتراکیت پر کبھی کالج کنٹین میں اور کبھی شہر کے کسی ہوٹل میں لیتے ہو۔ تم اپنے طلباء تیار کر رہے ہو اور میں تمھاری محنت کے خلاف اپنے طلباء تیار کر رہا ہوں۔ میرے یہ طالب علم تمھارے ان برین واشڈ بچوں سے اُلجھیں گے اور ادھر تمھاری ٹائی میرے ہاتھ ہوگی اور میرا گریبان تمھارے ہاتھ میں، نہ میں یہاں سیاسیات پڑھا سکوں گا نہ تم اردو۔ تمھیں خالد شبیر سے واسطہ پڑا ہے اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ایک دن کالج میں ایسا ہنگامہ ہوگا کہ دنیا دیکھے گی۔ یہ سن کر اُس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور ان سرگرمیوں میں خاصی کمی آ گئی۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد کالج کے میگزین میں اُس کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں دین واہلِ دین کی تحقیر واستخفاف کیے گئے تھے۔ کالج کے سبھی دین دار اساتذہ نے اس مضمون پر سخت احتجاج کیا۔ پرنسپل صاحب کو شکایت پہنچانے کے لیے ایک وفد ملا جس کی قیادت میں ہی کر رہا تھا۔ انھوں نے اس سلسلے

میں ایک کمیٹی تشکیل دی جو اس بات کی تحقیق کرے کہ کیا یہ مضمون دین کے خلاف ہے؟۔ اس پر مزید غضب یہ ہوا کہ اس تحقیقاتی کمیٹی کا انچارج خود پروفیسر رشید الزمان کو بنا دیا گیا۔ میں انتہائی غصے کی حالت میں پرنسپل صاحب کے پاس گیا اور ان سے احتجاج کیا۔ اس کے جواب میں پرنسپل صاحب نے مجھے کہا کہ: ''خالد شبیر صاحب! رواداری بھی کوئی چیز ہوتی ہے، کالج چلانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اگر تم بھی میری جگہ پرنسپل ہوتے تو ایسے حالات میں یہی کرتے جو میں نے کیا ہے۔''

میں نے جواباً صرف ایک ہی فقرہ عرض کیا: ''جناب پرنسپل صاحب! جسے آپ رواداری کہہ رہے ہیں آپ کے خیال میں یہ رواداری ہوگی۔ دینی نقطۂ نگاہ سے اسے دیوّثی اور بے غیرتی کہتے ہیں۔''

بالآخر ہمارا احتجاج رنگ لایا اور انجامِ کار پروفیسر رشید الزمان کو اس کمیٹی کی صدارت سے علیحدہ کیا گیا اور انھیں تحریری طور پر وارننگ بھی دی گئی۔

پرنسپل جی۔ ایم دین مرزا:

ایک دن طیّب صاحب کے کمرے میں ہی دوستوں کی زبانی معلوم ہوا کہ پروفیسر جی۔ ایم دین مرزا نئے پرنسپل کے طور پر کالج میں آرہے ہیں۔ مرزا صاحب اُس زمانے کا معروف دہشت ناک کیرکٹر تھے۔ اپنے مزاج اور اُفتادِ طبع کی بدولت کبھی کسی ایک جگہ ٹک کے سروس نہیں کر سکے۔ موصوف جس کالج میں جاتے تھے اکیلے ہی جاتے صرف ایک سوٹ کیس ان کے ساتھ ہوتا تھا کہ اُنھیں اس بات کا علم تھا کہ چار یا پانچ ماہ کے بعد میرا تبادلہ کسی دوسرے کالج میں ہو ہی جائے گا۔ ہر نئی جائے ملازمت پر اُن کی شہرت اُن کی پیشوائی کرتی تھی۔ موصوف بڑے ٹھسّے دار سوشلسٹ تھے۔ نڈر، بے دین اور بڑی بے باکی کے ساتھ دین کے خلاف بات کرنے کی عادی اور شوقین۔ تمام پروفیسر اس خبر کو سن کر پریشان ہوئے۔ ایک دوست مجھے کہنے لگے خالد شبیر اب تم کیا کرو گے؟ ہمارے لیے تو اُن کی آمد ایک مسئلہ ہے سو ہے تمھارے لیے تو یہ ایک بڑی آزمائش اور امتحان بن جائے گا۔ میں نے جواب میں کہا کہ آپ اُنھیں اتنا نہیں جانتے جتنا میں ان سے واقف ہوں۔ وہ خاصے منہ پھٹ اور بے لحاظ مشہور ہیں، اپنے آپ کو پاکستان پیپلز پارٹی کا فونڈر ممبر قرار دیتے ہیں، ملتان شہر میں انھوں نے اپنے جذبۂ اشتراکیت کی دھاک بٹھا رکھی تھی۔ خاص طور پر جب ایوب خان صاحب کے خلاف تحریک کالج کے طلباء کے ہاتھ میں تھی تو ان تمام طلباء کو ہدایات جی۔ ایم دین مرزا کے ہاں سے ملتی تھیں۔

جماعت اسلامی کے لوگ اُن کی بدنام زمانہ حرکتوں کی وجہ سے اُنھیں نشانے پر رکھتے تھے، وہ جہاں جاتے ان کے خلاف ایک مہم چلا دیتے اور انھیں اس کالج سے تبدیل ہونا پڑتا تھا۔ آغا شورش کاشمیری مرحوم نے بھی ان کے خلاف ایک اداریہ لکھا تھا، جو میری نظر سے گزر چکا تھا۔ بہر حال ہمارے نئے پرنسپل صاحب جی۔ ایم دین مرزا صاحب آئے اور پہلے ہی دن انھوں نے اپنی ذات سے وابستہ خدشات سچ کر کے دکھانے شروع کر دیئے۔

تمام کالج کے طلباء کو کالج گراؤنڈ میں اکٹھا کیا گیا کہ پرنسپل صاحب طلباء سے خطاب کریں گے اور تمام سٹاف کی حاضری بھی ضروری قرار دی گئی۔ چنانچہ سب کے سامنے پرنسپل صاحب کا یہ خطاب شروع ہوا:

''میں آپ تمام لوگوں کو جو یہاں پر تشریف رکھتے ہیں خواہ وہ طلباء ہیں یا کالج کے اساتذہ ہیں، بتانا چاہتا ہوں کہ میں اشتراکی ہوں، ایک انقلابی ذہن کا مالک۔ میں نے ملتان میں ایوب خان کے خلاف طلباء سے تحریک چلوائی تھی۔ اور وہاں جب کاروں کی آگ لگائی گئی تو طالب علموں کو دیا سلائی بھی میں نے ہی دی تھی۔ میرے سامنے کمشنر اور ڈی۔سی سب کی زبان گنگ ہو جاتی ہے اس لیے کہ میں انقلابی ہوں۔ میں آج آپ کے سامنے گفتگو اسی لیے کر رہا ہوں کہ میرے بارے میں کسی کو کوئی غلط فہمی نہ رہے۔ میرے علم میں ہے کہ اس کالج میں جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے بھی کچھ پروفیسر حضرات ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مردہ قومیں ماضی کی طرف دیکھتی ہیں۔ زندہ قومیں مستقبل پر نگاہ رکھتی ہیں۔ ہمارے ماضی کے دامن میں سوائے اندھیرے کے اور دھرا ہی کیا ہے؟ میں نے ایک ''سپینش آتھر'' کی کتاب بھی پڑھی ہے اور اس میں بھی یہی لکھا ہوا تھا کہ مردہ قومیں ماضی کی طرف دیکھتی ہیں، زندہ قومیں ماضی فراموش ہوتی ہیں۔''

یہ اول جلول بھاشن میں نے بھی سنا۔ جب کلاس میں آیا تو کچھ طالب علموں نے بھی اس گفتگو کا لایعنیت کو محسوس کرتے ہوئے اس پر تبصرہ کرنے کے لیے کہا۔ میں نے اپنے طالب علموں سے کہا مختصر تو یہ ہے کہ پرنسپل صاحب کی تقریر انتہائی قابل اعتراض ہے۔ خاص طور پر جبکہ مارشل لا اتھارٹی کی طرف سے ایک نوٹس آیا ہوا ہے کہ کالجوں میں کوئی سیاسی تبلیغی مہم نہیں چلائی جائے گی۔ اس تقریر کا مفصّل جواب جلد ہی آپ کو مل جائے گا۔ ذہن تو میں نے اس وقت ہی بنا لیا تھا لیکن رات کو مجھے نیند نہ آئی، مرزا صاحب کی ساری تقریر میرے ذہن میں گھومتی رہی اور اُن کے اوٹ پٹانگ جملے میرے ذہن میں تازہ ہوتے رہے۔ کہ یہ بھی کہا تھا اور وہ بھی کہا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ وہ ایک بے دین ہے، اس نے کفر کی جاہلیّت کا دفاع کرنے میں کسی جھجک کا مظاہرہ نہیں کیا تو مجھے حق کی بات کرتے ہوئے کیوں خوف آئے۔ مجھے اُس کی تقریر کا جواب دینا چاہیے اور ضرور دینا چاہیے۔ میں بھی امیر شریعت کی جوتیوں میں بیٹھا ہوں اور اگر آج میں نے اس آدمی کی تقریر کا جواب نہ دیا تو روزِ قیامت اُن قدسی صفت بزرگوں کو کیا منہ دکھاؤں گا جنھوں نے اپنی شفقتوں سے میری تربیت کی۔ دوسرے دن میں کالج گیا حسبِ توقع دوستوں میں اسی تقریر کا ذکر ہو رہا تھا۔ میں نے وہاں پر دوستوں کے درمیان اعلان کیا کہ میں پرنسپل صاحب کی اس تقریر کا جواب دوں گا۔ میں آج کالج کے بعد شعبہ سیاسیات کا صدر ہونے کی حیثیت میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر مولانا احمد سعید کاظمی کی تقریر کا اعلان کر رہا ہوں۔ (یاد رہے کہ ہمارے کالج کے ساتھ ہی جامعہ اسلامیہ، بہاولپور تھی۔ جس میں کاظمی صاحب برسرِ کار تھے۔ میں گیا تو تھا حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ سے وقت مانگنے لیکن وہ جامعہ میں نہیں تھے تو جناب مولانا احمد سعید کاظمی سے درخواست کی) ابھی ایک نوٹس تمام کلاستوں میں بھجوا رہا ہوں اور کالج ٹائم کے بعد

تقریب ہوگی۔ آپ تمام حضرات کو بھی دعوت ہے، پروفیسروں کے لیے الگ دعوت دی جائے گی۔ میری بات سن کر میرے دوست حیران بھی ہوئے بعض نے مجھے سمجھانے کی کوشش بھی کی کہ اس کا نتیجہ تمھارے لیے برا بھی ہوسکتا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے ہر خطرہ منظور ہے مگر پرنسپل صاحب کو جواب ضرور دیا جائے گا۔ چنانچہ کالج کلاسز کا دورانیہ ختم ہونے کے بعد کالج میں تقریب شروع ہوئی۔ جناب مولانا احمد سعید کاظمی نے کرسی صدارت سنبھالی۔ تلاوت ہوئی، میں نے ایک پروفیسر رحمت اللہ صاحب کو پرنسپل کے دفتر بھیجا کہ جائیے اور پرنسپل صاحب سے کہیں کہ تقریب سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہورہی ہے اس میں تشریف لائیں۔ کچھ دیر کے بعد پروفیسر رحمت اللہ شاہ صاحب واپس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے پرنسپل صاحب کو تقریب میں شامل ہونے کے لیے کہا تھا۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ ''میرا سیرت سے کیا تعلق؟''

میرا جی تو چاہتا تھا کہ پرنسپل صاحب سامنے ہوتے تو میں منہ در منہ بات کرتا لیکن ایسا نہ ہوا۔ میں نے مولانا صاحب سے پہلے اپنی گفتگو شروع کی۔ چند باتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے بیان کرنے کے بعد میں نے کہا کہ ''سیرت پر مفصل بیان تو علامہ احمد سعید کاظمی صاحب کا ہی ہوگا۔ جنھوں نے میری دعوت کو قبول فرمایا اور یہاں پر تشریف لائے۔ میں اُن کا ممنون ہوں، لیکن اُن سے پہلے میں اپنے نئے پرنسپل جناب جی۔ ایم دین مرزا صاحب کی کل کی تقریر کا جواب دینا اخلاقی، قانونی اور دینی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔ انھوں نے پہلی بات یہ کہی کہ مردہ قومیں ماضی کی طرف دیکھتی ہیں زندہ قومیں مستقبل کو اپنے سامنے رکھتی ہیں۔ پھر انھوں نے بڑی جسارت سے یہ بھی کہا کہ ہمارے ماضی میں سوائے اندھیرے کے اور رکھا ہی کیا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ میں بہت بڑا انقلابی ہوں۔

اُنھیں اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ تاریخِ انسانی میں سب سے بڑے انقلابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ اوران کے بعد جو بھی اپنے کردار و اعمال کی نسبت سے جتنا اُن کے قریب ہوگا اُتنا انقلابی ہوتا جائے گا۔ لہٰذا ہمارے نئے پرنسپل چونکہ اپنے کردار و اعمال کی نسبت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوسوں دور ہیں لہٰذا میں اُنھیں سرے سے انقلابی ہی نہیں مانتا۔ اُن کے اس اعلان کی میرے نزدیک اور کوئی حیثیت نہیں ایک مجذوب کی بڑ ہے۔

اُنھوں نے یہ بھی فرمایا کہ مردہ قومیں ماضی کی طرف دیکھتی ہیں زندہ قوموں کی نگاہ اپنے مستقبل پر ہوتی ہے۔ وہ بڑے اشتراکی بنتے ہیں اورانہیں تو اپنے اشتراکی ہونے پر بڑا ناز ہے لیکن اُن کے مطالعے کا یہ حال ہے کہ اس صدی کے سب سے بڑے اشتراکی ماؤزے تنگ نے اپنے ماضی کو پڑھ کر ہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ کبھی ایک زندہ قوم تھے۔ اور آج سوائے افیون کھانے افیون بیچنے اور افیون پیدا کرنے سرمایہ دار کے ڈیروں سے جوتیاں کھانے کے ہمارے دامن میں اور کچھ نہیں ہے۔ یہ ماضی اور حال کا تقابل ہی اسے ان کے خیال کے مطابق اچھے مستقبل کی طرف لے گیا۔ جناب پرنسپل صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے سپین کے ایک مصنف کی کتاب پڑھی تھی اُس میں بھی یہی لکھا ہوا تھا کہ مردہ قومیں ماضی

کی طرف دیکھتی ہیں۔ میں جناب پرنسپل صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سپین کے ماضی میں مسلمانوں کی غلامی کے سوا رکھا ہی کیا ہے۔ وہ تو یہ کہہ سکتے ہیں مگر ہم نہ ہی تو مردہ قوم ہیں اور نہ ہی ہمارا ماضی اتنا گھناؤنا ہے جتنا سپین کا ہے۔ ہمارا ماضی روشن اور درخشندہ ہے اور یہ ہمارا ماضی ہے جو ہمیں اپنے روشن مستقبل کی طرف لے جا سکتا ہے۔

ہمائے نئے پرنسپل صاحب نے نہ جانے کس طرح ہمارے ماضی کو اندھیرا کہہ دیا۔ اُن کی کل کی ساری تقریر میرے نزدیک دیوانے کا خواب ہے میں اپنے ماضی کے حوالے بطور مثال صرف پچھلی ایک دو صدیوں پر محیط رہوں تو اس ماضی میں کیسے کیسے لوگ ہماری قوم میں پیدا ہوئے۔ کیا وہ سب اندھیرا تھے۔ کس منہ سے انھیں اندھیرا کہہ دیا۔ حریت پسندوں میں کیا سلطان ٹیپو شہید اندھیرا تھے؟ شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسرت موہانی کیا سب اندھیرا تھے؟ کیا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جنھوں نے اپنی پوری زندگی تحریک آزادی کی نذر کر دی، اندھیرا تھے؟ کیا شورش کاشمیری اندھیرا تھے؟ ہمارے پرنسپل صاحب کو آغا صاحب کی کتاب پس دیوارِ زنداں پڑھنی چاہیے تاکہ اُنھیں معلوم ہو کہ انقلاب کے نعرے لگانے کا چارم اور انقلاب کے راستے میں خود چلنا بلکہ قیادت کرتے ہوئے قربانیاں دینا کتنا مختلف ہوتا ہے۔ یہ لوگ اصل انقلابی تھے جنھوں نے آدھی آدھی زندگیاں جیل میں گزار دیں لیکن انگریز سلطنت کے خلاف جہادِ حریت جاری رکھا۔ انھیں اندھیرا کہنے والا خود اندھیرے کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا آج اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔ ہمارے پرنسپل صاحب کو یہ زعم ہے کہ وہ یہاں جو چاہیں گے کریں گے۔ ہم کسی صورت ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ مجھے بخوبی ادراک تھا کہ میری تقریر پرنسپل صاحب کے لیے دعوتِ مبارزت کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں جب بول رہا تھا تو میرے دوست میری پینٹ کھینچ رہے تھے اور مجھے حساس دلا رہے تھے کہ تقریر ختم کرو۔ لیکن میں ایک اور ہی کیفیت میں تھا جو ذہن میں آ رہا تھا دھڑلے سے کہے جا رہا تھا۔ بعد میں علامہ احمد سعید کاظمی نے تقریر کی اور اچھے انداز میں میری تقریر کی تائید بھی کر دی۔ تقریب ختم ہوئی تو سب دوست طیب صاحب کے کمرے میں چلے آئے اور چائے کی پیالی پہ میری یہ حرکت زیرِ بحث آئی۔ سب کا کہنا تھا کہ خالد شبیر کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اب ہمارے اس دوست کی یہاں سے ٹرانسفر ہونے والی ہے۔ ایک دوست کہنے لگے کہ مارشل لا لگا ہوا ہے اور معاملہ مارشل لا کورٹ میں بھی جا سکتا ہے۔ لیکن میں مطمئن تھا۔ میں نے کہا کہ آپ دیکھتے جائیں معمولی سا ہنگامہ ہو گا اور پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے کچھ ناروا نہیں کیا، وہی کہا ہے جو کہنا چاہیے تھا۔ مجھے اللہ پر بھروسہ ہے کہ وہ میرے ساتھ ہے پرنسپل کے ساتھ نہیں ہے۔

دوسرے دن جب میں کالج آیا تو کالج کا چپڑاسی گھبرایا ہوا میرے پاس آیا کہ پرنسپل صاحب دو تین مرتبہ آپ کے بارے میں پوچھ چکے ہیں۔ خالد شبیر صاحب، ''صاحب'' تو بڑے غصے میں ہیں۔ میں نے اُسے تسلی دی اور کہا فکر مت کرو کچھ نہیں ہوگا۔ میں پرنسپل کے دفتر میں گیا تو چپڑاسی نے کہا کہ خالد شبیر آ گئے ہیں۔ پرنسپل صاحب نے میری طرف

دیکھا اور کہا تم خالد شبیر ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں میں ہی خالد شبیر ہوں۔

تم نے کل میرے خلاف تقریر کی ہے۔

میں نے جواباً کہا: ''میں نے آپ کے خلاف تقریر نہیں بلکہ اپنی دینی اقدار و اسلاف کے تحفظ میں تقریر کی ہے اگر آپ کو میرے معتقدات، اسلاف و اقدار کے خلاف تقریر کرنے کا حق ہے تو مجھے اس کے دفاع کا حق آپ سے زیادہ ہے۔ وگرنہ میرا آپ سے ذاتی عناد ہے کہ آپ کے خلاف تقریر کرتا؟

پرنسپل صاحب کہنے لگے: ''کیا تم مجھے نہیں جانتے۔''

میں نے جواب میں کہا آپ کو بھلا کون نہیں جانتا، آپ تو اپنے مخصوص افکار کی وجہ سے پورے پنجاب میں مشہور ہیں۔ آپ کو تو میں اچھی طرح جانتا ہوں، آپ کی ملتان کی سرگرمیاں میرے سامنے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ آپ مجھے نہیں جانتے۔ پرنسپل صاحب نے کہا کہ میں تمھیں نہیں جانتا تو اب جان لوں گا۔ اس کے بعد کہنے لگے تمھیں علم نہیں کہ میں سکہ بند سوشلسٹ ہوں اور پاکستان پیپلز پارٹی کا بانی رکن ہوں۔ جس جگہ اور جس کنونشن میں پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی گئی تھی میں بھی اُس کنونشن میں موجود تھا۔

میں نے جواب میں کہا: ''مجھے اس سے کیا کہ آپ سوشلسٹ ہیں کہ نہیں اور آپ پیپلز پارٹی کے بانی رکن ہیں یا کہ نہیں۔ میری طرف سے آپ دہریے ہو جائیں، مجھے آپ کے معتقدات سے غرض نہیں، لیکن جس کرسی پر آپ بیٹھے ہیں اس کرسی پر بیٹھ کر سوشلزم کی تعلیم یا ترغیب دینے کا حق آپ کو کس نے دیا ہے؟''

اس بات پر وہ غصے میں بھڑک اُٹھے۔ کہنے لگے میں تمھیں مارشل لا کورٹ بھجوا سکتا ہوں۔

میں نے کہا کہ یہ شوق بھی آپ پورا کر لیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ آپ میری ملاقات چیف مارشل لا ایڈمنسٹر جنرل یحیٰ خاں سے کروائیں کہ میں اُنھیں بتاؤں کہ آپ اپنی کرسی کس کام کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔

اس پر وہ مزید گرم ہو گئے اور کہنے لگے کہ مجھے تم جماعت اسلامی کے معلوم ہوتے ہو؟

میں نے کہا کہ یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ آپ کا ابھی تک جماعت اسلامی سے واسطہ پڑا ہے میں جماعتِ اسلامی سے نہیں جماعتِ اسلام سے تعلق رکھتا ہوں۔ اور جماعت اسلامی اور جماعت اسلام کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا مؤنث اور مذکر میں ہوتا ہے۔ بس پھر وہ آپے سے باہر ہو گئے اور انتہائی غصے میں چلّا کر کہنے لگے:

Get out from my office! I will see you.

میں نے کہا بس اتنا ہی حوصلہ تھا؟ میں آپ اور آپ کے دفتر دونوں پر تھوکتا ہوں، یہ کہا اور دفتر سے باہر آ گیا۔

اندر کمرہ میں اساتذہ کا مجمع تھا جو ہماری تو تو میں میں سن رہا تھا تو باہر برآمدے میں طلباء کا جمگھٹا ہماری باتوں

سے لطف اندوز ہورہا تھا۔ میں آ کے طیب صاحب کے کمرے میں بیٹھ گیا بعد میں دوستوں نے بتایا کہ پرنسپل صاحب ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگوں سے میرے بارے میں پوچھتے رہے۔ کہ یہ کون ہے، کس جماعت سے تعلق رکھتا ہے؟

جس پروفیسر سے بھی میرے بارے میں پوچھا، اس نے یہی کہا کہ آدمی تو اچھا ہے، بڑا متحمل مزاج اور خوش خلق ہے۔ لیکن ایک بات اس میں یہ ضرور موجود ہے کہ دین کے خلاف بات نہیں سُن سکتا۔ کسی جماعت سے تعلق تو نہیں ہے لیکن اکثر برملا کہتا ہے اور ہر ایک کو کہتا ہے کہ میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا مرید ہوں۔

ایک پروفیسر صاحب نے انھیں جواب میں یہ بھی کہا کہ اگر آپ اس آدمی کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے چاہتے ہیں تو پھر آپ اپنے نزدیکی رشتہ دار راجہ ایف۔ ایم ماجد صاحب سے فون پر رابطہ کرلیں (ماجد صاحب میرے استاد اور مرزا صاحب کے برادرِ نسبتی تھے اور میرے پسندیدہ استادوں میں سرفہرست اور انتہائی معزز تھے۔ وہ اس وقت ملتان سیکنڈری ایجوکیشن بورڈ کے چیئرمین تھے) اس پر مرزا صاحب نے فوراً ملتان راجہ ایف۔ ایم ماجد صاحب سے رابطہ کیا اور میرے بارے میں پوچھا کہ یہ خالد شبیر جو یہاں پر سیاسیات کا پروفیسر ہے یہ کون ہے اور کیسا آدمی ہے؟ اس نے میرے بے عزتی کی ہے، سنا ہے کہ تمھارا شاگرد ہے اس کے بارے میں بتاؤ، میں تو اسے نہیں چھوڑوں گا۔ جس پروفیسر نے مجھے یہ سارا قصہ سنایا وہ اس وقت پرنسپل صاحب کے ساتھ وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ راجہ ایف۔ ایم ماجد صاحب اللہ اُنھیں غریق رحمت فرمائے انھوں نے میرے بارے میں کچھ بہتر باتیں کیں جن جکا خلاصہ یہ تھا کہ ''یہ چار سال تک میرا شاگرد رہا ہے اور میں اس کو بڑی اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ اگر آپ نے اس کے ساتھ جنگ کی تو یہ مر بھی گیا تو آپ کو بھی زندہ رہنے کے قابل نہیں چھوڑے گا۔ میرا مشورہ آپ کو یہی ہے کہ اس کے ساتھ صلح صفائی کرلو۔ آپ کا یہ چند ماہ کا بہاول پور میں قیام پرسکون ہوجائے گا۔''

اللہ تعالیٰ کی اس غیبی مدد یعنی راجہ صاحب کے ان الفاظ کو سنتے ہی مرزا صاحب تبدیل ہوگئے۔ اس دن تو خیر اُن سے ملاقات نہ ہوئی لیکن دوسرے دن میرے اور اُن کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ نذرِ قارئین کرنا ضروری سمجھتا تا کہ پڑھنے والوں کو احساس ہو کہ جو بے خوف ہو کر اللہ کی بات کرتے ہیں اللہ اُن کی کیسے مدد کرتا ہے۔ دوسرے دن پرنسپل جی۔ ایم دین مرزا صاحب نے پھر بلوایا، میں گیا تو اچھے موڈ میں تھے کہنے لگے تشریف رکھیں۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا، اُن کا پہلا فقرہ یہ تھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ کے عقیدت مندوں میں شمار ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ نے درست سنا ہے وہ میرے پیر و مرشد ہیں اور اُنھی کے نقشِ قدم پر چلنا میری کوششوں کا ڈھب ہے۔ کہنے لگے میں امیر شریعت کا بڑا احترام کرتا ہوں اور انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، انھوں نے برٹش امپریلزم کے خلاف بڑی بہادری سے جنگ لڑی ہے۔ میں نے کہا اچھی بات ہے کہ آپ امیر شریعت کے کام کا احترام کرتے ہیں۔ اس کے بعد کہنے لگے ''خالد شبیر میں آپ سے معذرت خواہ ہوں میں نے جو کچھ اس دن کہا مجھے نہیں کہنا چاہیے تھا۔ آپ کا ہی نہیں کئی دوسرے افراد کے دل بھی دکھے

ہوں گے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ میری اس معذرت کو قبول کرتے ہوئے میرے ساتھ تعاون کریں گے۔‘‘

میں نے جواب میں کہا: ’’جناب پرنسپل صاحب مجھے آپ سے یہی امید تھی شاید آپ کو علم نہ ہو میں آپ کو نظم وضبط کے حوالے سے اچھا منتظم سمجھتا ہوں۔ مجھے ذاتی حیثیت میں آپ سے کوئی شکایت نہیں، اگر آپ اپنی اُس دن کی گفتگو پر شرمندگی کا اظہار کر رہے ہیں تو مجھے آپ ہمیشہ اپنے ساتھ پائیں گے۔ اس کے بعد میں نے اُن سے کہا کہ ’’دیکھیے مرزا صاحب اب آپ کی اور میری تلخی دور ہوگئی ہے لیکن یہ نہ ہو کل آپ پھر کسی تقریب میں وہی سبق دہرادیں جو آپ نے پہلے دن سنایا تھا۔ اس دن تو میں نے بے غیرتی میں ایک دن اور ایک رات گزاری اب کی بار ایسا نہیں ہوگا، جہاں آپ اس قسم کی بات کہیں گے وہیں پر آپ کو ٹوکا جائے گا۔ پرنسپل صاحب نے قہقہہ لگا کر خوش مزاجی سے ہاتھ ملایا اور میں دفتر سے باہر آ گیا۔ طیب صاحب کے کمرے میں سب دوست میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے اُنھیں پوری کہانی سنائی۔ سب بہت حیران ہوئے کہ یہ کیسے ہوگیا۔ میں نے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ یہ اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اس لیے اللہ تعالیٰ مجھ پر اتنا ہی بوجھ ڈالتا ہے جتنا میں اٹھا سکتا ہوں۔ اور یہ جو کچھ میں کرتا ہوں اس کے لیے میں اپنے اسلاف اور جماعتِ احرار کا ممنونِ احسان ہوں کہ انھوں نے میری تربیت ایسی کر دی ہے کہ دین کا دفاع میرے خمیر میں شامل ہو گیا ہے۔ اللہ کے دین کی نصرت کی بات کہتے ہوئے مجھے کوئی خوف نہیں ہوتا۔ جماعتی ماحول نے خوفِ خدا تو پیدا کیا ہے دوسرا ہر قسم کا خوف مجھ سے دور بھاگ گیا ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ وہ شخص بھی ہو بزدل خالدؔ
جس کو نسبت ہو بھلا حلقۂ احرار کے ساتھ

اور پھر امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کا فیض بھی ہے۔ جن کا چہرہ ہر وقت میرے سامنے رہتا ہے اور جب ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو سوچتا ہوں کہ اگر میری جگہ امیر شریعت ہوتے تو پھر وہ کیا کرتے؟ دل جو جواب دیتا ہے وہ کر دیتا ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ مدد کر کے حالات کو میرے حق میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ایسے موقعوں پر اللہ پاک نے ہمیشہ لہجۂ احرار میں ہی بات کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

ہم زینتِ فسانۂ جاناں بنے رہے
جذب و جنوں و عشق کا عنواں بنے رہے
زیرِ قدم رہا ہے حوادث کا سلسلہ
یوں جراٗتوں کا شعلۂ پرّاں بنے رہے

جاری ہے

ڈاکٹر محمد عمر فاروق

قادیانیوں کی نئی سیاسی پناہ گاہیں

پاکستان کی سیاسی تاریخ پر نظر رکھنے والے اصحاب بخوبی جانتے ہیں کہ پاکستان کے قیام سے لے کر ستر کی دہائی کے ابتدائی برسوں تک قادیانی عنصر پاکستانی سیاست میں خاصا سرگرم رہا ہے۔ یہاں تک کہ 1972ء کے عام انتخابات میں قادیانیوں نے پیپلز پارٹی کی حمایت کی۔ لیکن یہی پیپلز پارٹی جب 1974ء میں اتفاق رائے سے قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو آئینی ترمیم کے ذریعے غیر مسلم اقلیت قرار دیتی ہے تو قادیانی پالیسی ساز اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کا سوچتے ہیں، کیونکہ آئین میں اُن کی دستوری حیثیت متعین ہوجانے کے بعد پاکستان کی سیاست میں اُن کا کردار اور عملی دائرہ کار سمٹ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئندہ انتخابات میں اُن کی سیاسی اہمیت گھٹتے گھٹتے بالآخر صفر ہوجاتی ہے۔ قادیانی سیاست اور اُن کے انتظامیہ اور بیوروکریسی میں عمل دخل پر 1984ء میں قانون امتناع قادیانیت کی شکل میں فیصلہ کن رکاوٹ سامنے آتی ہے۔ جس کے بعد قادیانی قیادت پاکستان چھوڑنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ ان کا سربراہ مرزا طاہر احمد خفیہ طور پر برطانیہ فرار ہونے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ آنجہانی مرزا طاہر احمد کی برطانیہ منتقلی سے قادیانی ہیڈکوارٹر بھی پاکستان سے برطانیہ منتقل کرلیا جاتا ہے اور آج موجودہ قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد بھی برطانیہ ہی کو اپنا مسکن اور ہیڈکوارٹر بنائے ہوئے ہے۔

1984ء میں جہاں قادیانی قیادت کی برطانیہ میں مستقلاً منتقلی ہوئی۔ وہیں قادیانیوں کا غیر اعلانیہ یہ فیصلہ بھی عملی صورت میں سامنے آیا کہ انہوں نے پاکستان کی صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بیرونی ممالک خصوصاً یورپ اور امریکہ میں سیاسی پناہ کا ہتھیار استعمال کرتے ہوئے پاکستان چھوڑنے کے عمل کا آغاز کیا۔ چونکہ قادیانیوں کے اس فیصلہ کو اُن کے بیرونی آقاؤں کی مکمل حمایت وتائید حاصل تھی۔ اس لیے انہیں بیرونی ممالک میں پناہ لینے میں کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ وہ دھڑا دھڑ بیرون ملک جاتے، سیاسی پناہ حاصل کرتے اور وہاں آباد ہوجاتے رہے اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ قادیانیوں کو چونکہ پاکستان میں اب حسب منشاء مقام حاصل نہ رہا تھا۔ اس لیے قادیانی قیادت نے اپنی پالیسی کا رخ بدلا۔ قادیانی پالیسی سازوں نے بیرونی ممالک میں آباد ہونے والے قادیانیوں کو مقامی آبادیوں، وہاں کے قانون ساز اداروں اور مختلف لابیوں سے روابط استوار کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ پاکستان دشمن غیر ملکی این جی اوز کے ساتھ تعلقات بڑھائے گئے۔ قادیانیوں نے پاکستان میں اپنی اقلیتی کمیونٹی پر فرضی مظالم کا رونا رویا۔ اپنے انسانی حقوق کی پامالی کے جھوٹے دعوے کیے اور آخر کار پاکستان پر بیرونی قوتوں کے ذریعے دباؤ ڈلوانے کا حربہ مسلسل استعمال میں لایا گیا۔ پاکستان پر مختلف حیلوں اور حربوں سے پریشر بڑھانے کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

تین ماہ پیشتر قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کا خصوصی ایلچی عطاء الحق (اے حق) مخصوص ایجنڈہ لے کر برطانیہ سے ایک وفد کے ہمراہ پاکستان آیا اور مختلف سیاستدانوں، اراکین پارلیمنٹ اور وفاقی وزرا بشمول رانا مشہود خان صوبائی وزیر تعلیم پنجاب سے ملاقاتیں کیں۔ اسی دوران جرمنی کے قادیانی رہنما عبداللہ واگس کی قیادت میں بھی ایک وفد نے پاکستان کا دورہ کیا۔ جس کے فوراً بعد امریکہ سے صدر اوبامہ کے خصوصی ایلچی اور اسلامی ممالک کی تنظیم او آئی سی کے نمائندے بھارتی نژاد ارشاد حسین نے چار رکنی وفد کے ہمراہ پاکستان کا دورہ کیا اور وفاقی وزیر مذہبی امور سردار محمد یوسف سے ملاقات کی اور اُن پر پاکستان میں قادیانیوں کو اپنی تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت دینے کے لیے دباؤ ڈالا۔ یہ الگ بات ہے کہ سردار محمد یوسف نے انہیں کھرا جواب دے کر اُن کا منہ بند کر دیا۔

جرمنی قادیانیوں کے لیے سیاسی پناہ کے حوالے سے بہترین پناہ گاہ بنا رہا ہے۔ جماعت احمدیہ جرمنی کے سیاسی پناہ کے خواہش مندوں کے لیے جاری کردہ سرٹیفکیٹ کو قادیانی بہت اہمیت دیتے رہے ہیں اور وہ اسے ایک مضبوط قانونی دستاویز گردانتے ہیں۔ جس کے بغیر کسی قادیانی کا جرمنی میں سیاسی کیس منظوری کے مرحلے سے نہیں گزر سکتا اور نہ ہی اس کی موجودگی کے بغیر کسی قادیانی کو قانونی حیثیت سے شادی کی اجازت مل سکتی ہے۔ اس سرٹیفکیٹ کے سہارے پر قادیانی جماعت اپنے کارکنوں سے بھاری رقوم وصول کرتی رہی ہے۔ لیکن اب جب قادیانی جماعت کی اندھا دھند لوٹ مار سے جرمنی کے حکام کو اپنی ملکی ساکھ خطرے میں نظر آئی تو انہوں نے انتظامی مسائل سے بچنے اور قادیانیوں کو لگام دینے کے لیے اُن کے سرٹیفکیٹ کی اہمیت سے ہی سرے سے انکار کر دیا۔ 11 مارچ 2014ء کو جرمنی کی ڈی لنکے پارٹی کے جواب میں حکومت جرمنی نے واضح کر دیا کہ قادیانی جماعت کے ایسے کسی سرٹیفکیٹ کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ حکومت جرمنی کے اس کورے سے جواب سے قادیانی جماعت کے خودساختہ وقار اور مالی مفادات کو شدید دھچکا لگا ہے۔ وہاں کے حالات کی ناسازگاری کے نتیجے میں قادیانیوں کا جرمنی کی جانب سفر مکمل طور پر رُکا نہیں، لیکن بہرحال اس کی رفتار میں خاصی کمی آئی ہے۔

جرمنی میں قادیانیوں کی سیاسی پناہ حاصل کرنے میں رکاوٹ کے باعث اب قادیانیوں نے کئی متبادل راستے تلاش کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ غیر ملکی میڈیا کے ذریعے جن کی کچھ تفصیل منظر عام پر بھی آئی ہے۔ اب قادیانی جماعت نے امریکی آقاؤں کے اشارے پر ہمسایہ ملک چین کو انسانی سمگلنگ کے بیس کیمپ کے طور پر اپنایا ہے۔ جہاں سے وہ ہانگ کانگ کے راستے مختلف ممالک میں جا رہے ہیں۔ اس وقت بھی بیجنگ میں قادیانیوں کا آخری پینتیس رکنی گروہ آگے روانہ ہونے کی امید پر قیام پذیر ہے۔ دوسری طرف جون کے اوائل میں سری لنکا میں حکومتی اداروں کی کارروائی کے نتیجے میں وہاں پر غیر قانونی حیثیت سے مقیم 142 پاکستانی قادیانیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ کارروائی سری لنکا کے مغربی

شہر زگومبو میں عمل میں لائی گئی ہے۔ یہ علاقہ پاکستانی سیاسی پناہ گزینوں کی جنت کہلاتا ہے۔حکومت سری لنکا ان قادیانیوں کو ڈی پورٹ کرنا چاہتی ہے۔مگر وہاں بھی امریکی اثر ورسوخ آڑے آرہا ہے۔

قادیانیوں کی سیاسی پناہ گاہوں سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے کہ قادیانی صرف اور صرف اپنی جماعت اور قیادت کے وفادار ہیں۔انہیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ اُن کے اس عمل سے پاکستان کو عالمی سطح پر کس قدر بدنامی کے مراحل سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے، کیونکہ قادیانی جب تک پاکستان میں اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ حکومت اور عوام کا مبینہ ناروا سلوک اور وہاں پر اُن کے انسانی اور اقلیتی حقوق کی پامالی کا فرضی بیان اپنی درخواست میں تحریر نہیں کریں گے۔اُن کا سیاسی پناہ کا کیس مضبوط نہیں ہوگا۔قادیانیوں کے اس طرزِ عمل سے پاکستان اور اسلام کا امیج بین الاقوامی سطح پر شدید خطرات سے دوچار ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت پاکستان اپنے بیرونی سفارت خانوں کے ذریعے قادیانیوں کے اس پروپیگنڈے کا جواب دے اور عالمی سطح پر قادیانیوں کی پاکستان میں اصل حالت اور قادیانیوں کے مسلمان عوام کے ساتھ اُن کے ناروا رَویے کا پردہ چاک کرے۔ بیز الاقوامی اداروں پر یہ واضح کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ قادیانیوں کو پاکستانی آئین کے تحت تمام حقوق حاصل ہیں، مگر وہ اپنی اس آئینی حیثیت کو خود ہی تسلیم کرنے سے انکاری ہیں اور خود کو مسلمان کہلانے پر بضد ہیں۔اس طرح قادیانی اقلیت ہوتے ہوئے اکثریت کے حقوق غصب کیے ہوئے ہیں۔جبوہ اپنے آپ کو اقلیت ہی نہیں مانتے تو پھر اقلیتی حقوق کی پامالی کا پروپیگنڈہ کرنا دراصل قادیانیوں کی پاکستان کے وقار کو عالمی برادری کی نظر میں گرانے کی شعوری کوشش ہے۔جس کے پس پردہ قادیانیوں کے بیرونی سرپرستوں کا خفیہ ہاتھ کارفرما ہے۔جن کے مہرے کی حیثیت سے وہ عالمی استعماری قوتوں کے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں۔اس لیے ان کی سازشوں کو بروقت ناکام بنانا پاکستان کی بقا اور استحکام کے لیے ناگزیر امر ہے۔جس میں مزید تاخیر سراسر تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

28 اگست 2014ء
جمعرات بعد نمازِ مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے

الداعی: سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

حافظ عبید اللہ　　　　　　آخری قسط

ختم نبوت اور خاتم النبیین کا قرآنی مفہوم

اور قادیانی تحریفات وتلبیسات

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو آخری نبی لکھتا ہے:

دوستو! اگر بالفرض خاتم النبیین کا یہ مرزائی مفہوم تسلیم کرلیا جائے کہ اب آپ ﷺ کی پیروی سے نبی بنا کریں گے تو ﴿النبیین﴾ جمع ہے جو کہ عربی میں دو یا اس سے زیادہ کے لئے آتی ہے، تو اب لازم تھا کہ امت محمدیہ میں کم از کم تین لوگ تو ایسے ہوں جو آپ ﷺ کی توجہ روحانی سے نبی بنیں، لیکن مسیلمہ قادیان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ اس سے پہلے تیرہ صدیوں میں کوئی ایسا نبی نہ تراشا گیا اور نہ اسکے بعد قیامت تک کسی اور کو نبوت بخشی جائے گی، جی ہاں مرزا قادیانی اپنے آپ کو آخری نبی، خدا کے نوروں میں سے آخری نور کہتا ہے، آیئے دیکھتے ہیں، ایک جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اپنی مشابہتیں گنواتے ہوئے یوں لکھتا ہے ﴿چودھویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا مگر بایں ہمہ موسوی سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا جو موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوا۔ ایسا ہی میں بھی خاندان قریش میں سے نہیں ہوں اور چودھویں صدی میں مبعوث ہوا ہوں <u>اور سب سے آخر ہوں</u>﴾ (تذکرۃ الشہادتین، رخ 20 صفحہ 35)۔ اسی کتاب میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ کیا اللہ کا نبی قتل ہوسکتا ہے؟ لکھتا ہے ﴿دو قسم کے مرسَل من اللہ قتل نہیں ہوا کرتے (1) ایک وہ نبی جو سلسلہ کے اول پر آتے ہیں جیسا کہ سلسلہ موسویہ میں حضرت موسیٰ اور سلسلہ محمدیہ میں ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ (2) دوسرے وہ نبی اور مامور من اللہ جو <u>سلسلہ کے آخر میں آتے ہیں</u> جیسے سلسلہ موسویہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام <u>اور سلسلہ محمدیہ میں یہ عاجز</u>﴾ (تذکرہ الشہادتین، رخ 20 صفحہ 69، 70)۔ یہ دونوں تحریریں محتاج تشریح نہیں ہیں، مرزا قادیانی اپنے آپ کو اسی طرح سلسلہ محمدیہ کا آخری نبی لکھ رہا ہے جیسے سلسلہ موسویہ (یعنی بنی اسرائیل) کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اور پھر یہ بھی لکھا ﴿مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے <u>آخری راہ ہوں</u> اور میں اسکے سب نوروں میں سے <u>آخری نور ہوں</u> بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے﴾ (کشتی نوح، رخ 19 صفحہ 61)۔

محترم قارئین! ہم نے شروع میں عرض کیا تھا کہ امت مسلمہ اور قادیانی مذہب کے درمیان اصل اختلاف یہ ہے کہ خاتم النبیین یعنی آخری نبی کون ہے؟ امت مسلمہ کے نزدیک قرآن وحدیث کی روشنی میں آخری نبی حضرت محمد ﷺ

ہیں، جبکہ قادیانی مذہب یہ کہتا ہے کہ آخری نبی مرزا غلام احمد قادیانی ہے، اسکے بعد وہ ظلی بروزی نبوت کو بھی جاری نہیں مانتے، آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے حوالے تو ملاحظہ فرمائے آیئے اب ایک ایسا حوالہ بھی پیش کرتا ہوں جس میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ مرزا کے بعد اب ظلی بروزی نبوت بھی بند ہے، لکھا ہے ﴿پس جس طرح خاتم الانبیاء میں تعدد جائز نہیں، اسی طرح خاتم نبوت ظلیہ میں بھی تعدد کسی طرح جائز نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ ایک ہی ہو، **پس معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں جو شخص بھی نبی ہو وہ ضرور ہے کہ خاتم نبوت ظلیہ ہو، اور خاتم نبوت ظلیہ ضرور ہے کہ صرف ایک ہی ہو**، ہاں ظل غیر اتم میں کثرت جائز ہے اظلال اپنی ظلیت کے مطابق نبوت سے حصہ پا سکتے ہیں جو جزوی نبوت ہے لیکن جزوی نبوت نبوت نہیں، **پس ثابت ہوا کہ امت محمدیہ میں ایک سے زیادہ نبی کسی صورت نہیں آسکتے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت میں سے صرف ایک نبی اللہ آنے کی خبر دی ہے جو مسیح موعود ہے (یعنی مرزائیوں کے مطابق مرزا غلام احمد۔ ناقل) اور اسکے سوا قطعاً نبی اللہ یا رسول اللہ نہیں رکھا اور نہ کسی نبی کے آنے کی خبر دی ہے بلکہ لا نبی بعدی فرما کر اوروں کی نفی کر دی اور کھول کر بیان فرما دیا کہ مسیح موعود (یعنی مرزا قادیانی۔ ناقل) کے سوا میرے بعد قطعاً کوئی نبی نہیں آئے گا**﴾ (تشحیذ الاذھان۔ قادیان، مارچ 1914، صفحہ 31، زیر ادارت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود)۔

دوستو! یہ تحریر صاف اردو میں ہے اور کسی تفسیر یا تشریح کی محتاج نہیں صاف لکھا ہے کہ ظلی نبی بھی صرف ایک ہی ہوسکتا ہے کیونکہ نبی وہی ہوگا جو ظل کامل ہو، اور ظل کامل میں تعدد جائز نہیں (اور وہ انکے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی ہو چکا) لہذا جو ظلی بروزی جعلی نبوت کا جو ڈرامہ لکھا گیا اسکا ڈراپ سین 26 مئی 1908 کو ہو گیا۔

الغرض! قادیانیوں کے ساتھ ﴿اجراء نبوت یا امکان نبوت﴾ جیسے موضوعات پر بحث ومباحثہ کرنا صرف وقت کا ضیاع ہے کیونکہ وہ خود بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد امکان نبوت اور اجراء نبوت کے منکر ہیں اور خود مرزا قادیانی نے بھی اپنے آپ کو آخری نبی، سب سے آخر اور خدا کے نوروں میں سے آخری نور اور آخری راہ لکھ کر اپنے بعد ظلی بروزی جعلی نبوت کا دروازہ بھی بند کر دیا، بجائے اسکے قادیانیوں کے ساتھ اس پر بات ہوسکتی ہے کہ خاتم النبیین کون؟، اور حضرت محمد ﷺ کو قیامت تک کے لئے تمام دنیا کے لئے مبعوث کیا گیا یا آپ کی بعثت صرف چودھویں صدی ہجری تک تھی اور اسکے بعد کسی اور محمد نے آنا تھا (نعوذ باللہ)، اور کیا نبوت کی کوئی قسم ظلی بروزی غیر مستقل کسی نبوت بھی ہوتی ہے؟ اور کیا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ظلی بروزی قسم کا کوئی نبی ہوا؟ قرآن وحدیث میں ایسی کسی نبوت کا ذکر ہے؟۔

چند مرزائی شبہات اور تلبیسات کا جواب

قرآن وحدیث کی واضح نصوص کے مقابلے میں مرزائی حضرات قرآن کریم کی چند آیات اور کچھ ضعیف وسقیم روایتیں نکال کر اور انہیں من مانا مفہوم پہنا کر ان سے اپنی خودساختہ نبوت کے لئے سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے یہاں ان پر

بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔

قرآنی آیات کے بارے میں ایک موٹی سی بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ اگر کبھی کوئی مرزائی قرآن کی کوئی آیت پیش کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ نبوت جاری ہے، تو اس سے صرف یہ سوال کریں کہ کونسی نبوت جاری ہے؟ ہر قسم کی یا صرف ظلی بروزی نبوت؟ اسکی مزید وضاحت کردیتا ہوں، مرزائی عقیدہ کے مطابق نبوت کی اقسام یہ ہیں، پہلے نبوت کی دو قسمیں ہیں مستقل حقیقی نبوت اور غیر مستقل غیر حقیقی نبوت، پھر مستقل نبوت کی دو قسمیں ہیں (1) نئی کتاب یا نئی شریعت والی مستقل نبوت (2) بغیر نئی شریعت یا بغیر نئی کتاب والی مستقل نبوت، اور تیسری قسم نبوت کی ہے، جو غیر مستقل غیر حقیقی اور ظلی بروزی ناقص نبوت ہوتی ہے (یہ قسم مرزائی کارخانے میں تیار ہوئی ہے ورنہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد ﷺ تک اللہ کا ہر نبی مستقل اور حقیقی نبی ہی ہوا ہے چاہے اسے نئی کتاب و شریعت دی گئی یا نہ دی گئی)، الغرض مرزائی عقیدے کے مطابق نبوت کی پہلی دونوں اقسام (مستقل اور حقیقی نئی شریعت والی اور مستقل و حقیقی بغیر نئی شریعت والی نبوت) آنحضرت ﷺ کے بعد بند ہیں، اب کوئی بھی مستقل نبی نہیں آسکتا نہ نئی شریعت والا اور نہ بغیر نئی شریعت والا، صرف تیسری قسم کی (مرزائی ایجاد کردہ) نبوت جاری ہے جسے ظلی بروزی غیر حقیقی غیر مستقل یا امتی نبوت کہا جاتا ہے۔ (یہ بات اور نبوت کی یہ تین اقسام مرزا قادیانی کے بیٹے اور انکے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب **القول الفصل** میں بیان کی ہیں، ملاحظہ فرمائیں اسکا مجموعہ کتب انوار العلوم جلد 2 صفحہ 276 و 277 اور مرزا کے دوسرے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے نے بھی **کلمة الفصل** صفحہ 112 پر یہ تفصیل لکھی ہے)۔

یوں واضح ہوا کہ مرزائی دعوی مطلق نبوت کے جاری ہونے کا نہیں بلکہ صرف ﴿ظلی بروزی غیر حقیقی غیر مستقل﴾ نبوت کے جارے ہونے کا ہے، یعنی انکا دعوی خاص ہے عام نہیں، لہذا اگر کوئی مرزائی آپ کے سامنے قرآن کی کوئی آیت پیش کرے جسکے اندر لفظ **انبیاء** یا **رسل** ہو اور اپنا من گھڑت مفہوم بیان کرکے اس سے اجراء نبوت ورسالت ثابت کرنے کو کوشش کرے تو آپ کا اس سے یہ مطالبہ ہونا چاہیے کہ آیت وہ پیش کرو جس میں صرف ظلی بروزی غیر مستقل نبوت کا ذکر ہو نہ کہ مطلق نبوت یا مطلب نبیوں یا رسولوں کا، یعنی خاص دعوے پر خاص دلیل پیش کرو، کیونکہ مطلق نبوت ورسالت کے اجراء کے تم بھی قائل نہیں۔ ہمارا تجربہ ہے کہ مرزائی دھوکے باز یہیں لاجواب ہوجائے گا۔ (واضح رہے کہ علماء امت نے مرزائیوں کی طرف سے اجراء نبوت پر پیش کردہ آیات قرآنیہ کے مفصل اور تحقیقی جوابات بھی دیے ہیں جنکے اندر مرزائی دجل وفریب کا قلع قمع کیا ہے جو اکابرین کی کتب میں موجود ہیں **جزاھم اللہ احسن الجزاء عنا وعن جمیع المسلمین**)۔

اسی طرح مرزائی حضرات کتب حدیث وتفسیر سے چند روایات بھی پیش کرتے ہیں، ہم یہاں ان روایات میں

سے صرف دو روایات پر مختصر بات کریں گے کیونکہ یہ دو روایات انکی معرکۃ الأراء دلیلیں شمار ہوتی ہیں۔

پہلی روایت:

سنن ابن ماجہ میں ایک روایت ہے﴿حدّثنا عبدالقدّوس بن محمد قال حدّثنا داود بن شبیب الباهلیُ قال حدّثنا ابراهیم بن عثمان قال حدّثنا الحکم بن عتبة عن مقسم عن ابن عباس قال لما مات ابراهیم بن رسول الله ﷺ صلّی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال : اِن له مرضعة فی الجنة ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً ...... الی آخر الحدیث ﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کے بیٹے ابراہیم فوت ہوئے تو آپ ﷺ نے انکی نماز جنازہ ادا فرمائی اور فرمایا: انکے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے اور اگر یہ زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔

مرزائی مربی حضرات کی طرف سے اکثر یہ روایت پیش کی جاتی ہے اور دعویٰ کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اگر یہ زندہ رہتے تو ضرور نبی ہوتے) لہذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت جاری ہے۔

سب سے پہلی بات، اس حدیث میں حرف ﴿لـــو﴾ کے ساتھ کلام فرمایا گیا ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ نے قرآن میں فرمایا ﴿لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا﴾ اگر زمین و آسمان میں بہت سے الله ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے (الانبیاء: آیت 22) اب اس آیت سے کوئی احمق یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ اللہ کے علاوہ اور الہ بھی ہو سکتے ہیں تو اسکے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے بھی نہایت کمزور ہے، اس روایت میں ایک راوی ہے جسکا نام ہے (ابراہیم بن عثمان)، آیئے مختصر طور پر دیکھتے ہیں اس راوی کے بارے میں ائمہ حدیث کیا کہتے ہیں؟۔

ابراهیم بن عثمان ابو شیبه العبسی

امام احمد بن حنبل، امام یحیی بن معین اور امام ابوداود نے فرمایا: یہ ضعیف ہے، امام یحیی بن معین نے یہ بھی فرمایا: یہ ثقہ نہیں ہے، امام ترمذی نے فرمایا: یہ منکر الحدیث ہے، امام نسائی اور امام دولابی نے فرمایا: اسکی حدیث ترک کر دی گئی ہے (متروک الحدیث ہے)، امام ابوحاتم نے فرمایا: یہ ضعیف الحدیث ہے اور اسکی حدیث ترک کر دی گئی ہے امام جوزجانی نے فرمایا: اسکی حدیث ساقط ہے، امام صالح نے فرمایا: یہ ضعیف ہے، اسکی حدیث نہ لکھی جائے امام ابوعلی نیشاپوری نے فرمایا: یہ راوی قوی نہیں ہے، امام احوض غلابی نے فرمایا: جن ضعیف راویوں نے شعبہ سے روایت کی ان میں ابراہیم بن عثمان بھی ہے، معاذ عنبری کہتے ہیں کہ میں امام شعبہ کو خط لکھا اور پوچھا کہ کیا میں ابوشیبہ (ابراہیم بن عثمان) سے حدیث روایت کرلوں؟ تو امام شعبہ جواب دیا: اس کی روایت بیان نہ کرو وہ برا آدمی ہے (مذموم آدمی ہے)، امام ابن سعد نے فرمایا: وہ حدیث میں ضعیف تھا، امام دارقطنی نے فرمایا: وہ ضعیف ہے، امام ابن مبارک نے فرمایا: اسے پھینک دو (یعنی اسکی کوئی حیثیت نہیں)

(تهذيب التهذيب: جلد 1صفحه 76، 77 مؤسسة الرسالة بيروت ، لبنان)

اورمرزائی اصول حدیث کے مطابق جس راوی پر کوئی ایک امام بھی کسی قسم کی جرح کر دے اسکی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور یہاں تو ائمہ جرح وتعدیل کی ایک لمبی لسٹ ہے ۔ **اگر مرزائی مربیوں کا یہ اصول نہیں ہے تو وہ صاف طور پر میری بات کا انکار کریں۔**

مشہور محدث اور قادیانیوں کے نزدیک بھی اپنے زمانے کے مجدد، صحیح مسلم کے شارح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ﴿**فباطل وجسارة على الكلام في المغيبات ومجازفة وهجوم على عظيم من الزلات**﴾ یہ (روایت) باطل ہے، غیب کی باتوں پر جسارت ہے اور ایک بے تکی بات ہے۔ (**تهذيب الاسماء واللغات ، جلد 1 صفحه 103 ،دار الكتب العلمية ، بيروت ، لبنان**).

ایک صحیح روایت

اسی سنن ابن ماجہ میں اس ابراہیم بن عثمان والی روایت سے پہلے ایک اور روایت بھی ہے جو کہ صحیح ترین روایت ہے اور صحیح بخاری میں بھی ہے، آیئے وہ روایت بھی دیکھتے ہیں: ﴿اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں کہ میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم کو دیکھا ہے؟ تو عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ چھوٹی عمر میں ہی انتقال فرما گئے تھے، اور اگر حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی بننا ہوتا تو آپ کے بعد ابراہیم زندہ رہتے، لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں﴾۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 6194، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1510)

اب اگر مرزائی مربیوں میں دیانت نام کی کوئی چیز ہوتی تو وہ ایک ضعیف اور متروک الحدیث راوی کی روایت کے مقابلے میں صحیح بخاری کی یہ روایت لیتے اور ابراہیم بن عثمان کی روایت کو نہ لیتے۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ یہ کیوں فرماتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بننا ہوتا تو آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم زندہ رہتے۔ گویا حضرت کے صاحبزادہ کا انتقال ہی اس لئے ہوا کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بننا تھا۔

ایک مرزائی عذر:

ابراہیم بن عثمان کی روایت کو شہاب بیضاوی اور ملا علی قاری نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ (مرزائی پاکٹ بک)۔

جواب: مرزائی مربی حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب (**الاسرار المرفوعة في الاخبار الموضوعة**) جو کہ (موضوعات کبیر) کے نام سے مشہور ہے کا حوالہ بھی دیتے ہیں، لیکن یہ نہیں بتاتے کہ وہیں ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا

ہے ﴿الا ان فی سنده اباشيبة ابراهيم بن عثمان الواسطی وهو ضعيف ﴾ اسکی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان ہے جوکہ ضعیف ہے، علاوہ ازیں شہاب بیضاوی اور ملا علی قاری کی بات امام نووی، حافظ ابن حجر عسقلانی، امام ابوحاتم، امام شعبہ، امام دارقطنی، امام احمد بن حنبل، امام یحیٰ بن معین، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن مبارک وغیرہم ائمہ حدیث اور ائمہ جرح وتعدیل کے مقابلے میں ترجیح نہیں رکھتی۔

دوسری روایت:

مرزائیوں کی طرف سے اپنے باطل دعوے کو ثابت کرنے کے لئے زور وشور کے ساتھ جو دوسری روایت پیش کیجاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ﴿قولوا خاتم النبيين ولا تقولوا لا نبی بعده ﴾ صرف یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں لیکن یہ مت کہو کہ انکے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ روایت تفسیر درمنثور اور شیخ طاہر پٹنی کی مجمع بحاری الانوار کے حوالے سے پیش کی جاتی ہے لیکن، ان دونوں کتابوں میں اسکی کوئی سند مذکور نہیں، ہاں صاحب درمنثور نے مصنف ابن ابی شیبہ کا حوالہ دیا ہے، اور مصنف ابن ابی شیبہ کے مختلف نسخوں میں اس روایت کی سند میں اختلاف ہے، اس کتاب کے پرانے نسخوں میں (جیسے 1981 میں بمبئی انڈیا سے طبع ہونے والا نسخہ اور 1989 میں دار التاج بیروت، لبنان سے چھپنے والا نسخہ) انکے اندر اس روایت کی سند یوں لکھی ہے ﴿حدثنا حسين بن محمد قال حدثنا جرير بن حازم عن عائشة ﴾ یعنی جریر بن حازم بلا واسطہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کررہے ہیں، اور جریر بن حازم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ پایا ہی نہیں کیونکہ یہ خود تقریباً سنہ 90 ہجری میں پیدا ہوئے (بحوالہ تہذیب التہذیب: جلد 1 صفحہ 295) اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات تقریباً 58 ہجری میں ہوچکی تھی، اس طرح جریر بن حازم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ نہیں پایا تو مصنف ابن ابی شیبہ کے پرانے نسخوں کے مطابق یہ روایت منقطع ہے۔ لیکن مصنف ابن ابی شیبہ کے بعد میں طبع ہونے والے نسخوں میں اس روایت کی سند یوں ہے ﴿حدثنا جرير بن حازم عن محمد عن عائشه ﴾ یعنی جریر بن حازم اور حضرت عائشہ کے درمیان ایک مزید راوی ﴿محمد﴾ کا ذکر ہے اور اس سے مراد مشہور تابعی امام محمد بن سیرین ہیں (جیسے مصنف ابن ابی شیبہ، طبع دار الفاروق، قاہرہ، مصر، طبع 2008 وغیرہ) لیکن اس سند میں بھی علت یہ ہے کہ محمد بن سیرین کا سماع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں، چنانچہ مشہور امام جرح وتعدیل ابن ابی حاتم (م 327ھ) اپنے والد امام ابوحاتم کا قول نقل کرتے ہیں کہ ﴿ابن سيرين لم يسمع من عائشة شيئاً ﴾ ابن سیرین نے حضرت عائشہ سے کچھ بھی نہیں سنا۔ (کتاب المراسيل لابن ابی حاتم، صفحہ 188، مؤسسۃ الرسالۃ) یہی بات حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل

فرمائی ہے (تہذیب التہذیب: جلد 3 صفحہ 587) اس طرح یہ روایت بھی ﴿مرسل﴾ ٹھری۔ اور یہ بات تو تسلیم شدہ ہے کہ یہ موقوف روایت ہے، یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنا قول ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان نہیں، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع روایت پہلے احادیث میں بیان ہوئی جس میں آپ نے نبی کریم ﷺ کی بات نقل فرمائی کہ ﴿**لا یبقی بعدی من النبوة شيء الا المبشرات ، قالوا یارسول الله وما المبشرات؟ قال الرؤیا الصالحة یراھا الرجل أو تُری له**﴾ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میرے بعد مبشرات (خوشخبریوں) کے علاوہ نبوت میں سے کچھ بھی باقی نہیں، صحابہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول مبشرات کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نیک خواب جو آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔(**مسند احمد: حدیث** نمبر 24977، طبع مؤسسۃ الرسالۃ)، اسی طرح خود نبی کریم ﷺ کی مرفوع متصل صحیح احادیث مختلف کتب حدیث میں موجود ہیں جنکے اندر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿**لا نبی بعدی**﴾ میرے بعد کوئی نبی نہیں (یہ الفاظ آپ ﷺ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صحیح بخاری حدیث نمبر 3455، صحیح مسلم حدیث نمبر 1842 میں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے صحیح مسلم حدیث نمبر 2404 میں، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے سنن ترمذی حدیث نمبر 2219، سنن ابی داود حدیث نمبر 4252، مستدرک حاکم حدیث نمبر 8390 میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیے ہیں)۔ اب خود نبی کریم ﷺ کے واضح اور صریح الفاظ کے بعد کسی صحابی کی طرف منسوب کسی منقطع یا مرسل روایت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جو فرمان نبوت کے ساتھ ٹکراتی ہو؟۔ ایک طرف تو مرزائیوں کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی بے شمار متواتر صحیح احادیث ناقبل التفات ہیں، اور دوسری طرف ایک ایسی موقوف روایت جسکا علم حدیث کی رو سے کچھ بھی اعتبار نہیں ایسی قطعی اور یقینی ہے کہ اسے ختم نبوت جیسے متواتر قطعی اور اجماعی عقیدے کو توڑنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے، لیکن یہ بات ان لوگوں سے کہی جائے جو کسی علمی یا عقلی قاعدے کے پابند ہوں، اور جہاں علم وعقل پر مبنی ہر بات کا جواب سوائے خود ساختہ الہام کے اور کچھ نہ ہو وہاں دلائل وبراہین کا کتنا انبار لگا دیجئے اسکا جواب مرزا قادیانی کے الفاظ میں یہی ملے گا کہ ﴿**خدا نے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں تحریف معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حَکَم ہو کر آیا ہے اسکا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرے میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے**﴾ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، رخ 17 صفحہ 51 حاشیہ)۔

پھر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب اس موقوف روایت میں جو بات بیان کی گئی ہے اسکا مرزائی عقیدے سے دور دور کوئی واسطہ نہیں بلکہ یہ روایت تو نزول عیسی علیہ السلام کے عقیدے میں مرزائی نظریہ کی صریح

تردید کررہی ہے، اسکا مقصد (بفرض صحت روایت) صرف اتنا ہے کہ لانبی بعدی کا مطلب اگر کوئی یہ سمجھے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی پرانا نبی بھی دنیا میں نہیں آسکتا تو ایک ناواقف آدمی اسے مسیح علیہ السلام کے نزول ثانی کے عقیدے کے خلاف سمجھ سکتا ہے (اگرچہ لانبی بعدی کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا، آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی، آپ کے بعد کوئی نیا نام انبیاء فہرست انبیاء میں داخل نہیں ہوسکتا، جسکی تشریح **لا نبوۃ بعدی** اور **ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت** جیسی احادیث سے پہلے گذر چکی)، تو اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ فرمانا چاہتی ہیں کہ جو مقصد خاتم النبیین کہنے سے مکمل طور پر حاصل ہوسکتا ہے اسکے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو ناواقفوں کے لئے کسی غلط فہمی کا سبب بن سکتے ہوں، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب اس قول کی یہ تشریح خود در منثور ہی میں اس سے متصل اگلی روایت میں موجود ہے، جو یہ ہے ﴿**واخرج ابن ابی شیبۃ عن الشعبي قال رجل عند المغیرۃ بن شعبۃ : صلی اللہ علی محمد خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ ، فقال المغیرۃ: حسبک اذا قلتَ خاتم الانبیاء فانا کنا نتحدث أن عیسی خارج فان ھو خرج فقد کان قبلہ وبعدہ**﴾ حضرت شعبی (جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ جناب محمد ﷺ پر رحمت نازل فرمائے جو خاتم الانبیاء ہیں اور جن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: خاتم الانبیاء کہہ دینا کافی تھا، کیونکہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے والے ہیں، جب وہ نازل ہوں گے تو آپ سے پہلے بھی آئے اور آپ کے بعد بھی آئیں گے۔ (**الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور**، جلد 12 صفحہ 64 طبع مرکز ہجر، مصر)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب قول کی یہ تشریح امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمائی ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی یہ بات نزول عیسیٰ علیہ السلام کے تناظر میں فرمائی گئی ہے (**تأویل مختلف الحدیث**، صفحہ 272، **طبع المکتب الاسلامی بیروت**، لبنان)۔ اور یہی بات علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھی ہے (**تکملہ مجمع بحار الانوار** ، صفحہ 85)۔ لہٰذا حضرت عائشہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما کی یہ روایت اگر بالفرض سنداً ثابت بھی ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے مطابق ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ ﴿**حدِّثوا الناسَ بما یعرفون**﴾ لوگوں سے وہ باتیں بیان کرو جن کو وہ سمجھ سکیں۔ (**صحیح البخاری**، روایت نمبر 127)۔

❁ ❁ ❁

قادیانی خلیفہ مرزا مسرور احمد کے نام دو سابق قادیانیوں کے کھلے خطوط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبدالرحمٰن سندھو (سابق قادیانی) بنام مرزا مسرور احمد صاحب خلیفہ خامس جماعت احمدیہ

۷ر جون ۲۰۱۴ء کو قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے کے بعد بھائی عبدالرحمٰن سندھو اور بھائی محمد بلال نے قادیانی جمات کے سربراہ مرزا مسرور کے نام جو خطوط لکھے وہ ان کے احساسات، مشاہدات اور جذبات کے ترجمان ہیں۔ ان خطوط میں اُن اسباب وعوامل کا تفصیلی ذکر ہے جو ظلمت سے نور تک پہنچنے کا ذریعہ بنے۔ نیز قادیانی امام اور اس کے پیروکاروں کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔ (ادارہ)

تقریباً پندرہ برس قبل جماعت احمدیہ میں شامل ہوا تھا اور اخلاص کے ساتھ جماعتی نظام کے اندر رہتے ہوئے وقت گزارا ہے اور دنیاوی کسی بھی مشکلات کی پراوہ نہ کی۔ لیکن جوں جوں میری تحقیق کا دائرہ بڑھتا گیا تو میرے سامنے حقائق کھلتے گئے اور میں نے تحقیق کے لیے صرف مرزا صاحب کی اپنی تحریروں کا مطالعہ شروع کیا۔ بہت سی عجیب وغریب تحریریں میرے سامنے آتی گئیں۔ جماعت کے انتہائی تنگ نظر ماحول کے باوجود میں کبھی اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوا تھا لیکن جب مرزا صاحب کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی ایسی تحریرات میرے سامنے آئیں تو میرے لیے ایک لمحہ بھی یہاں رکنا مشکل ہو گیا تھا۔ جماعت ہر بات میں ملمع سازی سے کام لیتی ہے۔ حقیقت کچھ ہوتی ہے اور بیان کچھ کیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب اپنی تحریرات میں بہت سی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جن میں تضاد پایا جاتا ہے۔ جن میں سے چند تحریریں اتمام حجت کے طور پر حاضر خدمت ہیں۔

(1) ملفوظات جلد پنجم صفحہ 134 پر مرزا صاحب فرماتے ہیں: ''باقی رہا شریعت کا عملی حصہ سو ہمارے نزدیک سب سے اوّل قرآن مجید ہے۔ پھر احادیث صحیحہ جن کی سنت تائید کرتی ہے اگر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ ملے تو پھر میرا مذہب تو یہی ہے کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جاوے کیونکہ اس کی کثرت اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کی مرضی یہی ہے مگر ہم کثرت کو قرآن مجید واحادیث کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہیں۔ ان کے بعض مسائل ایسے ہیں کے قیاس صحیح کے بھی خلاف ہیں۔''

اب اس تحریر پر غور کریں کہ ان چار جملوں کے اندر کتنا تضاد پایا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

(۱) کہ اگر کوئی مسئلہ قرآن وسنت میں نہ ملے تو میرا مذہب تو یہی ہے کہ فقہ حنفی پر عمل کیا جاوے۔

اب اس جملہ میں قرآن وسنت سے کوئی مسئلہ نہ ملنے کی صورت میں فقہ حنفی پر عمل کرنے کو اپنا مذہب بتلا رہے ہیں۔ اور اگلے جملے میں فرماتے ہیں کہ:

(۲) ان کی کثرت اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ کی مرضی یہی ہے۔ اب اُن کی کثرت کو خدا تعالیٰ کی مرضی

بتلا رہے ہیں کہ ان کے کثرت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی مرضی یہی ہے۔

(۳) اب تیسرے جملہ میں کثرت کو قرآن وحدیث کی رو سے ہیچ بتلا رہے ہیں۔ پہلے ان کی کثرت کو خدا تعالیٰ کی مرضی کہا اور پھر کثرت کو ہیچ بتلا دیا۔

(۴) ان کے بعض مسائل ایسے ہیں کہ قیاس صحیح کے بھی خلاف ہیں اور اس جملہ میں فقہ حنفی کو ہی رد کر دیا۔ اگر فقہ حنفی پر اعتراض تھا تو فقہ حنفی پر عمل کرنے کو اپنا مذہب کیوں بتلایا۔

مرزا صاحب بات تحریر کرتے ہوئے کتنا الجھا دیتے ہیں۔ ان کی اپنی ہی ایک بات دوسری بات کو رد کر دیتی ہے۔ جب کہ مرزا صاحب خود ایک جگہ لکھتے ہیں کہ سچے کلام میں تناقض نہیں ہوتا۔

(2) ملفوظات جلد پنجم صفحہ 32 پر مرزا صاحب فرماتے ہیں: ''اگر آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو صلح کر لینی چاہیے کیونکہ اس میں خیر و برکت ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ غیر مذاہب کے ساتھ بھی یہ بات رکھی جائے **بلکہ اُن کے ساتھ سخت عداوت رکھنا چاہیے جب تک مذہب کی غیرت نہ ہو انسان کا مذہب ٹھیک نہیں ہوتا۔**'' لیکن مرزا صاحب کی تعلیم اور حکم کے بالکل خلاف موجودہ جماعت احمدیہ کا قول ہے:

Love for aal hatred for none

محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں

موجودہ جماعت احمدیہ کا عمل اس اپنے ہی قول کے سخت خلاف ہے۔ اس پندرہ سالہ عرصہ میں میرے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ جماعت احمدیہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب میں جانے والوں یا مسلمان ہونے والے کے ساتھ جماعت کے افراد اس طرح کا رویہ اختیار کرتے ہیں کہ منہ سے تو کہتے ہیں کہ ان سے مل لیں لیکن عملی طور پر اس قدر بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور آپس میں ان کے متعلق اتنے تبصرے اور غلط باتیں مشہور کرتے رہتے ہیں اور بہت سارے ایسے معاملات ہیں کہ ہر ایک کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو چلو غیروں کے ساتھ معاملات ہیں لیکن آپس میں بھی ایک دوسرے کے بارے میں کتنی جلدی بدگمانی کا شکار ہو جاتے ہیں اور جماعتی معاملات میں آپس کے تعلقات نبھانے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ ایسا تنگ نظر اور عدم برداشت والا ماحول ہے کہ اللہ کی پناہ۔ اب خود موازنہ کریں کہ مرزا صاحب کا قول، جماعت احمدیہ کا قول اور جماعت احمدیہ کا اپنا عمل۔ ان تینوں میں کتنا تضاد پایا جاتا ہے۔

(3) ملفوظات جلد پنجم صفحہ 530 پر مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''پادری لوگ دوسری شادی کو زنا کاری قرار دیتے ہیں، پھر پہلے انبیاء کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کہتے ہیں کئی سو بیویاں تھی اور ایسا ہی حضرت داؤد علیہ السلام کی تھیں۔ نیت صحیح ہو اور تقویٰ کی خاطر ہو تو دس بیس بیویاں بھی گناہ نہیں۔'' کیا مرزا صاحب اسلامی شریعت کے پابند نہیں تھے کیونکہ اسلام میں تو نیت صحیح ہو اور تقویٰ کی خاطر دس بیس بیویوں کی اجازت نہیں۔ اسلام میں تو صرف چار بیویوں کی اجازت ہے۔

(4)　مرزا صاحب اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں: ''لعنت بازی صدیقوں کا کام نہیں اور مومن لعّان نہیں ہوتا۔''

(روحانی خزائن، جلد:3، ص:456)

لیکن مرزا صاحب نے مختلف مذاہب کے لوگوں کو بڑے عجیب اور بچگانہ طریقے سے لعنتیں بھیجی ہیں۔ عیسائی پادریوں کو، ہندوؤں کو اور مسلمان علما کو لعنتیں بھیجی ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''اب دیکھنا چاہیے کہ وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں مگر اس آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی۔ لہٰذا آریوں کے لیے دس لعنتوں کا تمغہ۔''

(1) ایک لعنت، (2) دو لعنت، (3) تین لعنت .... اسی طرح سے دس لعنت مکمل کرتے ہیں۔

(روحانی خزائن، جلد:2، ص:386)

ایک اور جگہ روحانی خزائن میں عیسائی پادریوں پر قہری طمانچے برساتے ہوئے ایک ہزار لعنت کو نمبر وار لکھتے ہیں۔ (1) لعنت، (2) لعنت، (3) لعنت .... اور اسی طرح ہزار تک کا عدد مکمل کرتے ہیں۔

(روحانی خزائن، جلد:8، ص:158)

ایک اور جگہ مسلمان علما پر شدید غصہ آیا تو انھیں لکھتے ہیں: ''جو ہر ایک مجلس میں میرے نشانوں سے انکار کرتا ہے اس کو چاہیے کہ میعاد مقررہ میں اس نشان کی نظیر پیش کرے ورنہ ہمیشہ کے لیے اور دنیا کے انقطاع تک مفصلہ ذیل لعنتیں اس پر آسمان سے پڑتی رہیں گے۔ بالخصوص مولوی ثناء اللہ صاحب .... وہ لعنتیں یہ ہیں۔''

(1) لعنت، (2) لعنت، (3) لعنت ....

اس طرح دس کا عدد پورا کرتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں **تلک عشرة کاملة .**

جناب مرزا مسرور صاحب اور احمدی خواتین و حضرات! آپ کو چاہیے کہ مرزا غلام قادیانی صاحب کی ''تمام'' کتابیں آپ خود پڑھیں اور اندھی تقلید کی عینک اتار کر دیانت داری سے تحقیقی طور پر یہ کتابیں پڑھیں اور ان میں تضادات کو نوٹ کریں۔ میری درد دِل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک آپ سب کو اس تاریک ماحول سے نجات دلائے اور ہدایت کی طرف راہنمائی فرمائے۔ آمین۔ جس طرح کہ رب تعالیٰ نے مجھے ہدایت نصیب فرمائی ہے۔ میں مرزا صاحب کو ان کے کسی بھی دعویٰ میں سچا نہیں سمجھتا اور جماعت احمدیہ سے علیحدگی کا اعلان کرتا ہوں۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

آپ کی ہدایت کے لیے دعا گو

عبدالرحمٰن سندھو

جماعتی حلقہ حسین آگاہی ملتان۔ پاکستان

مؤرخہ: 24-05-2014

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بلال (سابق قادیانی) بنام مرزا مسرور احمد صاحب خلیفہ خامس جماعت احمدیہ

میں تقریباً 2004ء میں جماعت احمدیہ میں شامل ہوا تھا۔ مجھے میرے ایک دوست کے ذریعے احمدیت کا تعارف ہوا تھا۔ میرا وہ دوست بھی مجھ سے چند سال پہلے اس جماعت کو مسیحؑ و امام مہدیؑ کی جماعت سمجھ کر شامل ہوا تھا۔ اُس کی تبلیغ سے میں بھی جماعت میں شامل ہو گیا اور خلوصِ دل کے ساتھ جماعتی نظم کی اطاعت کرتا رہا اور اپنی حیثیت کے مطابق چندہ جات بھی ادا کرتا رہا۔ پچھلے چند ماہ سے میرے سامنے مرزا صاحب کی اپنی ایسی تحریرات آئیں جو خلاف قرآن و سنت تھیں اور بہت سی تحریرات میں تضاد بیانیاں تھیں تو ان باتوں کی وجہ سے میں سخت پریشان رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء و مناجات کرتا رہا کہ اے باری تعالیٰ حق کا راستہ مجھ پر واضح فرما۔ میں جماعت میں امام مہدی اور مسیحؑ موعود کو مان کر شامل ہوا تھا حالانکہ جماعتی افراد کی کم علمی اور جماعتی افراد کی حالت کو میں اچھی طرح جانتا تھا۔ دینی تعلیم اور تربیت کی انتہائی کمی ہے۔ تمام جماعتی افراد میں خود سوچنے سمجھنے اور پرکھنے کی صلاحیت بالکل ختم ہے۔ قرآن وحدیث کا مطالعہ تو دور کی بات ہے، چاہے وہ انصار ہو یا خدام ہوں۔ مرزا صاحب کی تحریرات پڑھنے کا شوق بھی نہیں ہے۔ پھر میں فکر مند ہوا اور مرزا صاحب کی تحریرات کو دیکھنے لگا۔ جب میں نے مرزا صاحب کی تحریرات کو دیکھا تو میرے سامنے مرزا صاحب کی حقیقت کھل گئی۔ لہٰذا میں نے اللہ پاک کے آخری نبی محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف لوٹنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

اب میں اتمام حجت کے طور پر مرزا مسرور صاحب آپ کو اور آپ کی تمام جماعت کو درد دل کے ساتھ گذارش کرتا ہوں کہ آپ سب پیدائشی احمدی ہیں۔ آپ کو بچپن ہی سے احساس برتری کا شکار کر دیا جاتا ہے کہ تم اس وقت دنیا میں سب سے اعلیٰ جماعت کے افراد ہو۔ مرزا مسرور صاحب آپ تو اس وقت جماعت کے سربراہ ہو تو آپ پر پوری جماعت کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا خود بھی فکر مند ہو اور تمام جماعتی افراد کی بھی فکر کریں۔

میرے احمدی دوستو! آخر آپ کو کس چیز کی مجبوری ہے جو ایک غلطی خوردہ شخص کے پیچھے لگ کر اس دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہو رہے ہو اور آخرت میں بھی ذلت اٹھانا پڑے گی۔ بجائے خدا کی رضا کے، عہدیداران اور ایک خاندان کی رضا اور خواہش کو ماننے پر مجبور ہو اس خاندان نے خدا کے نام پر تم سے تمہارا ایمان، خاندان، اولاد، عزت و آبرو، وقت، مال اور جائیداد ہر چیز پر قبضہ کر کے تمہیں مزارعوں کی حیثیت دے دی ہے۔ خدا کے لئے مرزا صاحب کی کتابیں غور سے پڑھو اور جماعتی پروپیگنڈا سے آزاد ہو کر پڑھو۔ اپنے بزرگوں کی فکر مت کرو وہ جانیں اور خدا تعالیٰ جانے۔ تم اس وقت اپنا معاملہ رب کے ساتھ درست کرو!

اللہ پاک نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اس کی ہدایت و رہنمائی کیلئے انبیاء کرام کا سلسلہ شروع کیا، جنہوں نے اپنی اپنی قوم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ اس فرض منصبی کی ادائیگی میں ذرا بھر فرق نہ آنے دیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام پر الزامات لگائے گئے اور نہایت گندی زبانیں استعمال کی گئیں لیکن چونکہ انبیاء کرام تہذیب و اخلاق سے موصوف، صبر و تحمل کے پہاڑ اور عفو و درگزر کی تعلیم سے آراستہ ہوتے ہیں تو وہ اپنی قوم کو نرم خوئی اور شیریں زبانی کے ذریعہ راہِ راست پر

لائے اور ان کی تربیت کر کے انہیں بھی اعلیٰ اخلاق کا حامل بنایا۔ سچے مامور من اللہ اور جھوٹے کے درمیان یہ ایک بڑا فرق ہے کہ جھوٹا مدعی سخت کلامی اور مخالفت پر برداشت کا دامن چھوڑ کر انتقام کے درپے ہو جاتا ہے اور جواب دینے میں اس طرح کی گندی زبان استعمال کرنے لگتا ہے لیکن سچے مامور من اللہ کبھی سخت کلامی کے مقابلے میں بھی سخت زبان استعمال نہ فرماتے تھے۔ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا صرف اسلام کے نزدیک ہی برا نہیں بلکہ دنیا کا ہر مذہب بلکہ لامذہب لوگ بھی گالیاں دینے اور بدزبانی کرنے کو برا جانتے ہیں۔

مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں بدزبانی کی مذمت کی ہے۔ لکھتے ہیں:

''گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔'' (روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 471)

''کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔'' (روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 11)

تمام انبیاء کرام کا طریق اور خاص طور پر حضرت محمد ﷺ کا طریقہ کہ جس کی غلامی کا مرزا صاحب دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے چند اقوال بدزبانی کی مذمت میں بھی ہیں۔ ان سب کے خلاف مرزا صاحب کا اپنا عمل کیا رہا ہے۔ مخالفین کی طرف سے گالیاں اور بدزبانی سن کر کتنے بے بس ہو جاتے تھے کہ اسی انداز اور الفاظ میں گالیاں اور بدزبانی شروع کر دیتے تھے۔ مرزا صاحب کے اس طرزِ عمل کے جواب میں بعض احمدی مربی رب تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید میں بعض لوگوں کے لئے سخت الفاظ آئے یا لعنت کے الفاظ آئے ہیں۔ تو اس کا حوالہ دینے لگتے ہیں جبکہ وہ تو رب تعالیٰ کا کام ہے۔ مرزا صاحب کا دعویٰ رب ہونے کا تو نہیں کہ انہیں رب کے معیار پر پرکھیں انہیں تو حضرت محمد ﷺ کے طریق پر پرکھیں گے کہ حضرت محمد ﷺ نے اس طرح کے الفاظ استعمال کیے ہوں۔ مرزا صاحب کو حضرت محمد ﷺ کی مکمل پیروی کرنا چاہیے تھی۔

بے شمار تحریریں موجود ہیں لیکن خط طویل ہو جائے گا اس لئے نمونے کے طور پر چند تحریریں پیش خدمت ہیں۔

(1) اہل اسلام کو گالیاں:

پوری کائنات میں جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں وہ اللہ کو رب اور محمد رسول اللہ کو اللہ کا آخری پیغمبر مانتے ہیں اور سبیل المومنین پر چلتے ہوئے وقت گذار رہے ہیں لیکن مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ملاحظہ فرمائیں۔

☆ ''جو لوگ ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں۔'' (روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 31)

☆ ترجمہ ''میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے مصارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر کنجریوں کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔''

(روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 547-548)

☆ ''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔'' (روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 53)

☆ ''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ

مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔'' (تذکرہ ایڈیشن چہارم 2004ء صفحہ 519)

(2) علماء کرام کو گالیاں:

اس وقت کے علماء کرام کو جو بقول مرزا صاحب کہ وہ جاہل ہیں اور مرزا صاحب کا مقام نہیں پہنچانتے لیکن کاش مرزا صاحب تو اپنا مقام پہچان جاتے اور جواباً اس طرح کی رنگین گالیاں نہ دیتے۔

☆ ''چنانچہ پلید دل مولوی اور بعض اخبار والے انہیں شیاطین میں سے تھے۔'' (روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 288)

☆ ''ایسا ہی ان بد بخت مولویوں نے علم تو پڑھا مگر عقل اب تک نہیں نزدیک نہیں آئی۔''
(روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 295)

☆ ''بعض جاہل سجادہ نشین اور فقیری اور مولویت کے شتر مرغ'' (روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 302)

☆ ''بعض خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیرا اپنے اندر رکھتے ہیں مگر یہ دل کے مجذوم اور اسلام کے دشمن یہ نہیں سمجھتے، دنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے مگر خنزیر سے زیادہ پلید یہ لوگ ہیں، اے مردار خور مولویو اور گندی روحو تم پر افسوس۔ اے اندھیرے کے کیڑو۔'' (روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 305)

☆ ''ذلیل ملاؤں، پلید ملاؤں، ناپاک طبع مولویوں، پلید طبع مولوی، خدا کا ان مولویوں پر غضب ہوگا۔''
(روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 413)

بہت سے علماء کے نام لے کر بھی گالیاں لکھتے رہے مثلاً مولوی عبدالحق غزنویؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ، پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ صاحب، منشی سعد اللہ صاحب، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ وغیرہ۔

دیگر مذاہب والوں کو بھی گالیاں دیں۔ عیسائیوں کو، آریوں کو۔

آخر میں پھر گزارش کرتا ہوں کہ ٹھنڈے دل کے ساتھ غور وفکر کریں۔ ہم میں سے ہر شخص نے رب کے سامنے اکیلے اکیلے پیش ہونا ہے۔ ہماری طرف سے نہ کوئی جماعتی عہدہ دار پیش ہو کر جواب دے گا اور نہ کسی جماعت کا سربراہ ہماری طرف سے حساب دے گا۔ ہم میں سے ہر شخص خود اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔

انتہائی خلوص دل کے ساتھ میں آپ سب کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ پاک آپ سب کی رہنمائی فرمائے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ہدایت کا راستہ واضح فرما دیا ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدی

آپ کے لیے دعا گو

محمد بلال

جماعتی حلقہ بیت السلام

ملتان - پاکستان

مورخہ 06-06-2014

ادارہ

اخبار الاحرار

ملتان (6 جولائی) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ ''تحفظِ پاکستان بل'' کے نام پر پولیس کو لوگوں کو بھون دینے کا لائسنس دیا گیا ہے، جس کا کوئی جواز نہیں، صدر اگر واقعی صدارت کے منصب پر فائز ہیں، تو اس بل پر دستخط نہ کریں، وہ گزشتہ روز جامع مسجد ختم نبوت دارِ بنی ہاشم ملتان میں نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے، انہوں نے کہا کہ پولیس کی گولی سے ہلاک ہونے والے کے بارے میں کون فیصلہ کرے گا کہ مرنے والا شخص مُشتبہ تھا یا نہیں انہوں نے کہا کہ اس بل کے ذریعے ملک کو پولیس سٹیٹ بنایا جا رہا ہے حالانکہ پہلے ہی پولیس اور سرکاری اداروں کے پاس بے تحاشہ اختیارات ہیں، جن سے بے گناہ انسانوں پر قانون آزمایا جاتا ہے۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنزل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ ''تحفظِ پاکستان بل'' کے نام پر پولیس کو لامتناہی اختیارات دے کر ملک کو تباہی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے، اس کے نتائج کسی صورت مُثبت نہیں ہو سکتے، انہوں نے کہا کہ یہ قانون آئین کے آرٹیکل 10,8 اور 14 سے صریحاً متصادم ہے اور بنیادی انسانی وشہری حقوق کی نفی بھی ہے۔ علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنزل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ رمضان المبارک میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد کو آگے بڑھانا اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشنودی حاصل کرنے کے مترادف ہے، انہوں نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ تحفظ ختم نبوت کے مشن کی آبیاری کے لیے رمضان میں اپنا کردار ادا کریں اور اپنے روزے کی حفاظت کے لیے قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔

❁ ❁ ❁

لاہور (7 جولائی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں درس قرآن دیتے ہوئے کہا ہے کہ دین والوں پر مشکل وقت آ گیا ہے موجودہ حکمران دینی قوتوں کو دیوار سے لگانے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لادین حکمرانوں کے یہ خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ مشکلات اور مصائب حضور ﷺ نے برداشت کیے۔ دینی قوتیں متحد ہو کر احیائے دین کی جدوجہد تیز تر کر دیں، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور محاسبۂ قادیانیت کی جدوجہد جاری رہیگی اس پر کوئی کمپرومائز نہیں ہوگا قادیانی مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کا ایمان لوٹ رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ایمانوں کا تحفظ وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے۔ عالمی استعمار پاکستان کی شناخت تبدیل کرنے اور نظریہ پاکستان کی بنیادوں کو مسمار کرنے کی سازشیں کر رہا ہے دینی جماعتیں اور دینی مدارس پاکستان کے تحفظ اور احیائے دین کیلئے ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔ پاکستان کی نظریاتی اساس

تبدیل کرنے کی سازشیں نا کام بنادی جائیں گی۔ بعدازاں افطاری کا اہتمام کیا گیا اور تمام شرکاء نے اجتماعی افطار کیا۔

❁ ❁ ❁

چیچہ وطنی (9 جولائی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے انکشاف کیا ہے کہ قادیانی ملک کے متعدد شہری ودیہاتی اور خصوصاً پسماندہ علاقوں میں سحر و افطار اور امدادی پیکج کے ذریعے غریب اور سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلا کر مُرتد بنا رہے ہیں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کر رہے ہیں ،اپنے بیان میں انھوں نے کہا کہ کراچی کی 10 ساحلی بستیاں قادیانیوں کا خصوصی ہدف ہیں اور غریب و مفلس افراد میں راشن، کپڑے اور عید گفٹ تقسیم کرنے کیلئے قادیانی جماعت نے 12 کروڑ روپے مختص کئے ہیں صرف کراچی میں 8 مراکز میں سادہ لوح مسلمانوں کو افطار کے نام پر گمراہ کیا جارہا ہے۔عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ امریکہ اور یورپی یونین پاکستان کے آئین سے قادیانی ایکٹ نکلوانے کیلئے پہلے سے زیادہ متحرک ہیں اور امریکی کانگریس میں ''کاکس'' بنوائی گئی اور پاکستان کے خلاف خصوصی مہم کیلئے قادیانیوں کو مہرے کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔انھوں نے کہا کہ حکومت اور اپوزیشن دونوں کو اس بات کا جائزہ لینا چاہیئے کہ سیاسی جماعتوں میں قادیانی ایلیمنٹ کتنا اثر رکھتا ہے،انھوں نے واضح کیا کہ آئین پاکستان سے توہین رسالت اور امتناع قادیانیت قانون کے خلاف مہم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔انھوں نے دینی جماعتوں اور عوام پر زور دیا کہ وہ رمضان المبارک میں تحفظ ختم نبوت کے مشن اور محاذ کو مضبوط کر کے اللہ کی رضا حاصل کریں اور قادیانی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے علاوہ ازیں عبداللطیف خالد چیمہ نے قادیانیوں کی ملکی و بین الاقوامی سرگرمیوں کے حوالے سے بعض اخباری رپورٹس مقتدر حلقوں اور دینی و سیاسی زعماء کو ارسال کی ہیں۔

❁ ❁ ❁

چیچہ وطنی (12 جولائی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے گزشتہ روز دفتر احرار جامع مسجد چیچہ وطنی میں مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ سے ملاقات کی ملاقات میں قادیانیوں کی دستورِ پاکستان کے حوالے سے منفی سرگرمیوں اور بین الاقوامی طاقتوں کی سرپرستی میں جاری ارتدادی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا اور طے پایا کہ قادیانیوں کی ملک دشمن اور بین الاقوامی سرگرمیوں کو واچ کرنے کے لیے منظم میڈیا مہم چلائی جائے گی۔ بعدازاں عبداللطیف خالد چیمہ اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے مشترکہ اخباری بیان میں کہا کہ قادیانی انسانی سمگلنگ کے ذریعے دنیا بھر میں اِرتداد کو لانچ کر رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ جرمنی میں ہیومن ٹریفکنگ کے الزام میں کئی قادیانی رہنما ابھی تک جیل میں بند ہیں،انہوں نے بتایا کہ سری لنکا میں بھی 117 مشتبہ قادیانی گرفتار ہیں اور دنیا بھر میں قادیانی پاکستان کی بدنامی کا موجب بن رہے ہیں انہوں نے کہا کہ دنیا بھر میں قادیانی اسلام اور مسلمانوں کا ٹائٹل استعمال کر کے اسلام اور مسلمانوں کا استحصال کر رہے ہیں اقوام متحدہ اور عالمی اداروں کو بین الاقوامی قوانین کے تحت اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ دونوں رہنماؤں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ چناب نگر میں حکومتی رٹ قائم

کرے اور امتناع قادیانیت ایک پر مؤثر عمل درآمد کرے۔

❁ ❁ ❁

لاہور (23 جولائی) اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا یوم وفات پاکستان سمیت دنیا بھر میں منایا گیا۔ اس موقع پر مجلس احرار اسلام، اہل سنت والجماعت، مجلس خدام صحابہ اور کئی دیگر تنظیموں کے زیر اہتمام سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے فضائل ومناقب پر ملک کے مختلف حصوں میں اجتماعات منعقد ہوئے اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے فضائل ومناقب تفصیل سے بیان کیے گئے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد یوسف احرار، مولانا محمد مغیرہ، حافظ محمد عابد مسعود، مولانا تنویر الحسن اور کئی دوسرے رہنماؤں نے اپنے اپنے بیانات میں کہا کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے بستر پر اللہ کا قرآن اترا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا حجرہ تھا، اللہ پاک ان کی صفائی کیلئے خود بول پڑے۔ تحریک طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی کنونیر محمد قاسم چیمہ، ثاقب افتخار، حارث علی، محمد عثمان، حافظ ابوبکر، محمد وقاص اور دیگر رہنماؤں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دو ہزار سے زیادہ احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زندگی مبارک خواتین اسلام کیلئے آئیڈیل زندگی ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے تذکرے کے بغیر تاریخ اسلام نامکمل ہے۔ مختلف جماعتوں کے رہنماؤں نے کہا کہ ہمارے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو بے حیائی اور فحاشی کو ترک کر کے اسلامی تعلیمات کو فروغ دینا چاہئے۔ علاوہ ازیں ملک کے مختلف حصوں میں ''یومِ غزوہ بدر'' بھی منایا گیا۔

❁ ❁ ❁

لاہور (۳ راگست) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ مظلوم فلسطینیوں پر ہونے والے ظلم پر خاموشی قابلِ مذمت ہی نہیں قابلِ نفرت بھی ہے وہ گزشتہ روز دفتر احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں ایک اصلاحی اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ گوجرانوالہ میں ہونے والا واقعہ قادیانیوں کی بدمعاشی، پولیس اور قانون نافذ کرنے والوں کی نااہلی کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس افسوس ناک واقعے کی غیر جانبدارانہ انکوائری کرائی جائے تاکہ واقع کے اصل محرکات وعوامل بھی سامنے آسکیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم قادیانیوں کی ایف آئی آر کو مسترد کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ تفتیشی ٹیم میں گوجرانوالہ امن کمیٹی کے ارکان کو بھی شامل کیا جائے۔

❁ ❁ ❁

چیچہ وطنی (۳ راگست) جمعیت علماء اسلام پنجاب (س) کے کوارڈینیٹر پیر محمد یوسف بخاری نے کہا ہے کہ ہمارا ایجنڈا ملک میں پرامن تبدیلی ہے اور ہم تبدیلی برائے اسلام کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں وہ جمعیت علماء اسلام (س) چیچہ وطنی کے زیر اہتمام علماء کرام اور دینی کارکنوں کے ایک اجلاس سے خطاب کر رہے تھے اس موقع پر جے یو آئی کے ضلعی سیکرٹری مولانا عبدالستار عثمانی، قاری ضیاء الرحمان رحیمی اور قاری محمد عثمان خالد بھی موجود تھے، انہوں نے کہا ہے کہ جمعیت

،مولانا سمیع الحق کی قیادت میں پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کیلئے پرامن طریقے سے کام کر رہی ہیں انہوں نے کہا کہ وہ دن قریب آرہا ہے جب قائداعظم کا پاکستان قائداعظم کی خوابوں کی تعبیر بن کر سامنے آئے گا اور ملک میں عادلانہ نظام قائم ہو کر رہے گا۔انہوں نے کہا کہ 14 اگست یوم آزادی کا یادگار دن ہے اس روز کو فسادکی نذر نہیں کرنا چاہئے علاوہ ازیں انہوں نے مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری سے ملاقات کی اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہء خیال کیا اس موقع پر پیر محمد یوسف بخاری نے بتایا کہ پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی صدر شیخ زاہد فیاض نے جے یو آئی سے رابطہ کر کے کہا ہے کہ تبدیلی کیلئے ان سے تعاون کیا جائے جس پر جے یو آئی (س) نے ان کو جواب دیا کہ تبدیلی والی بات ٹھیک ہے لیکن ملک اس وقت سخت بحران میں مبتلا ہے ایسے حالات میں ملک کسی احتجاجی تحریک کا متحمل نہیں ہوسکتا انہوں نے کہا کہ اگر ڈاکٹر طاہر القادری کا ایجنڈا شریعت کا نفاذ ہے تو وہ کھل کر اعلان کریں کہ شریعت کے نفاذ کیلئے شریعت مارچ ہوگا،انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت کو اپنی آئینی مدت پوری کرنے دینا چاہیئے دریں اثناءانہوں نے ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ سے بھی ملاقات ومشاورات کی،اہلسنت الجماعت کے ضلعی صدر مولانا عثمان حیدر نے بھی پیر محمد یوسف بخاری سے ملاقات کی اور چیچہ وطنی میں توہین صحابہ کے دلخراش واقعے کی تفصیل سے اگاہ کیا پیر محمد یوسف بخاری نے مطالبہ کیا کہ ایف آئی آر کے مطابق ملزمان کو گرفتار کیا جائے۔

❁ ❁ ❁

چیچہ وطنی (۳ راگست) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ گوجرانوالہ کا افسوس ناک واقعہ قادیانیوں کی غنڈہ گردی اور پولیس کی نا اہلی کا نتیجہ ہے وہ ملتان سے لاہور جاتے ہوئے یہاں عبداللطیف خالد چیمہ سے ملاقات کے بعد احرار میڈیا سینٹر میں خطاب کر رہے تھے،انہوں نے کہا کہ بعض واقعات کو بادی النظر میں بھی دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے،انہوں نے کہا کہ اس واقعے کی غیر جانبدارانہ انکوائری کرائی جائے اور واقعے کے اصل محرکات سامنے لائیں جائیں علاوہ ازیں ساہیوال،ٹوبہ ٹیک سنگھ اور خان پور سے مختلف علماء کرام اور دینی رہنماؤں کے مختلف وفود نے مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ سے ان کے دفتر میں ملاقات کی اس موقع مختلف وفود سے گفتگو میں عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ ہماری جدوجہد کا محور ومرکز اللہ کی مخلوق کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی غلامی میں لانا ہے اور یہی انسانیت کی معراج ہے،انہوں نے کہا کہ انسان کے بنائے ہوئے قوانین نے انسانیت کا بری طرح استحصال کیا ہے جبکہ الہامی وآسمانی تعلیمات میں انسانیت کی فلاح مضمر ہے،انہوں نے کہا کہ ڈیماکریسی کے راستے سے اسلام تو دور کی بات ہے اصلاح احوال بھی ممکن نہیں!انہوں نے علماء کرام پر زور دیا کہ وہ تعلیم وتربیت اور میڈیا ولابنگ جیسے اہم محاذوں پر زیادہ توجہ دیں کہ انہی راستوں سے عالم کفر نے غلبہ حاصل کیا ہے۔

❁ ❁ ❁

ادارہ

مسافرانِ آخرت

حضرت مولانا مفتی محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ: جامعہ خیر المدارس ملتان کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمد اسحٰق ۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۵؍جولائی ۲۰۱۴ء بروز ہفتہ بعد نمازِ عصر انتقال کر گئے۔ قمری تقویم کے اعتبار سے آپ کی عمر پچاسی سال تھی۔ حضرت مفتی صاحب، استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری اور حضرت مفتی محمد عبداللہ ڈیروی رحمہم اللہ کے انتہائی معتمد تھے اور حضرت مفتی عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق خاص تھے۔ تقریباً چھپن برس مسندِ افتاء پر فائز رہے۔ علم و تقویٰ اور عجز و انکسار کے پیکر، خوش مزاج و خوش طبع، انتہائی شفیق و ملنسار اور علم میراث کے ماہر تھے۔ انہیں وراثت کے مسائل ازبر تھے۔ چلتے پھرتے مشکل سے مشکل مسئلہ زبانی بتا دیتے تھے۔ جانشینِ امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے خیر المدارس میں ہی تعلق قائم ہوا۔ تمام عمر اُن سے محبت و اخلاص کا تعلق رہا، حضرت کی دو کتابوں ''مجمع المصادر العربیہ'' اور ''کانِ پارسی'' پر تقریظ بھی لکھی۔ خانوادہ امیر شریعت کے ساتھ اُن کا تعلق بہت ہی اخلاص والا تھا۔ غمی خوشی کے ہر موقع پر تشریف لاتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ انتقال کے روز ہی بعد نمازِ تراویح جامعہ خیر المدارس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہٗ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور خطاؤں کو معاف فرمائے۔ آپ کے بیٹوں مولانا نفیس احمد، مولانا خیر محمد، تین بیٹیوں اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ اور سید محمد کفیل بخاری نے آپ کے فرزندان سے اظہارِ تعزیت کیا ہے۔

- شیخ الطاف الرحمٰن بٹالوی، شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی کے ماموں حاجی نصیر احمد۔ انتقال ۲۲؍جولائی ۲۰۱۴ء
- ڈاکٹر پروفیسر حافظ عبدالاحد اور پروفیسر جناب حافظ بدر احمد کے والد گرامی محمد سلیمان ۲۸؍جون کو ملتان میں انتقال فرما گئے، نماز جنازہ ۲۹؍جون کو ادا کی گئی۔
- چیچہ وطنی (رحمٰن سٹی) میں مسجد ختم نبوت کے معاون سعود احمد کے والدِ گرامی ۳۰؍جون کو انتقال فرما گئے، نماز جنازہ احرار پارک رحمٰن سٹی میں مولانا منظور احمد نے پڑھائی، عبداللطیف خالد چیمہ، حافظ حبیب اللہ رشیدی اور دیگر حضرات نے شرکت کی۔
- حافظ محمد اشرف چک نمبر 41 قبولہ کی والدہ ماجدہ انتقال: ۹؍جولائی۔
- جناب محمد طیب (کمالیہ) کی خوشدامن مرحومہ، انتقال: ۳۰؍جولائی۔

- مجلس احرارِ اسلام چیچہ وطنی کے نائب امیر چوہدری محمد اشرف کی ہمشیرہ ۱۲؍ جولائی کو انتقال فرما گئیں۔
- مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی کے قدیم معاون صوفی محمد صدیق کی والدہ ماجدہ ۱۳؍ جولائی کو انتقال فرما گئیں۔
- حافظ شفیق الرحمٰن (رفیق سفر حضرت قائد احرار) کے پھوپھی زاد بھائی ۲۳؍ جولائی کو انتقال کر گئے۔
- مجلس احرارِ اسلام ڈیرہ غازی خان کے قدیم کارکن حاجی محمد اسلم صاحب کے چھوٹے بھائی فیض بخش مرحوم۔
- مجلس احرارِ اسلام لکر والہ، محبت پور (میلسی) کے کارکن جناب احمد حسن کے خالہ زاد بھائی......مرحوم، انتقال: یکم رمضان
- مجلس احرارِ اسلام جلال پور پیر والہ کے کارکن محمد عبدالرحمٰن جامی نقشبندی کے جواں سال داماد قاری محمد محسن نقشبندی ۲۸؍ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۷؍ جولائی ۲۰۱۴ء بروز اتوار صبح ۶ بجے انتقال کر گئے۔ مرحوم چند روز قبل موٹر سائیکل پر ٹریفک حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے تھے۔ ان کی نمازِ جنازہ استاذ العلماء مولانا غلام محی الدین نے پڑھائی۔ قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ، سید محمد کفیل بخاری اور جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے مرحوم کے لیے دعاء مغفرت کی ہے۔ محترم جامی صاحب اور دیگر پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کیا ہے۔
- جمعیت علماء برطانیہ کے سیکرٹری اطلاعات حافظ محمد اکرام کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں کمالیہ میں انتقال فرما گئیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خصوصی اہتمام فرمائیں (ادارہ)

دعائے صحت

- احرار ختم نبوت مشن برطانیہ (گلاسگو) کے صدر جناب شیخ عبدالواحد علیل ہیں۔
- عالمی مجلس احرار اسلام کے معاون جناب محمد اشرف (گلاسگو) علیل ہیں۔
- حاجی محمد انور (راچڈیل) علیل ہے۔ ● دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی جناب چودھری محمد اکرم (ہڈرز فیلڈ) بیمار ہیں۔
- جناب سردار عزیز الرحمٰن سنجرانی: مجلس احرارِ اسلام ضلع ملتان کے سابق ناظم و رکن مرکزی مجلس شوریٰ علیل ہیں۔
- جناب چودھری محمد اکرام (لاہور) مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن علیل ہیں۔
- جناب محمد بشیر چغتائی (مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق سفیر) صاحب فراش ہیں۔
- جناب مولوی بلال احمد صاحب (رحیم یار خان) مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن اور قدیم فدا کار احرار کارکن شدید علیل ہیں

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مریضوں کو شفاءِ کاملہ عطاء فرمائے (آمین)

روح افزا
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
اور کیا چاہیئے!
Brands
Award
2011-2012

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِىْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِىْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲) ...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین معلم اسلامیات Tel:041-8814908

دعاؤں کے طالب

CARE کیئر
PHARMACY فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores

Head Office: Canal View, Lahore

الحمدللہ! فیصل آباد میں 9 برانچز آپ کی خدمت کیلئے 24 گھنٹے کھلی ہیں۔